استوصوا بالنساء خیراً (الحدیث)

ماہنامہ

بنات اہلسنت

جلد نمبر 4 | جنوری 2013ء | شمارہ 01

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

زیر سرپرستی

حضرت اقدس، عارف باللہ حکیم

شاہ محمد اختر دامت برکاتہم

سرکولیشن مینیجر

مولانا بشیر احمد قاسمی

معاون مدیر

عابد جمشید رانا

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، ایم۔فل پنجاب یونیورسٹی لاہور

حافظ محمد کلیم اللہ

فاضل دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا، فاضل شعبہ صحافت جامعۃ الرشید کراچی

ایجنسی ہولڈرز مہر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک

35 ڈالر.....سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک

25 ڈالر.....سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر.....سالانہ

قیمت فی شمارہ -/20 روپے

سالانہ زرتعاون -/240 روپے

منی آڈر بھیجنے کا پتہ

مکتبۃ اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنوبی لاہور ڈویژن گڑھی شاہو 0332-6311808

www.islahunnisa.com

islahunnisa@gmail.com

خط وکتابت دفتر ماہنامہ بنات اہلسنت

بالمقابل جامعہ حقانیہ نزد پیکجز فیکٹری قینچی امرسدھو لاہور

فہرست

سابق امام کعبہ الشیخ محمد بن عبداللہ سبیل کی رحلت 5

اداریہ

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کا وارث چل بسا 9

اور اب ..... دسمبر فول 10

قاتل تحفہ 15

حافظ محسن شریف

اتباعِ شریعت اور خواہشات کی قربانی 25

اہلیہ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن

اوپر کی منزل 50

خولہ ڈیروی

ہنوز نام تو گفتن 52

عائشہ ارشد

دو ٹکے کے لوگ 56

اہلیہ مفتی شبیر احمد

نماز اہل السنت والجماعت 60

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن

درس قرآن

مفتی محمد تقی عثمانی

لقد خلقنا الانسان فی کبد ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا۔

تفسیر: یہ ہے وہ بات جو قسم اٹھا کر فرمائی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں انسان کو اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ ہو کسی نہ کسی مشقت میں لگا رہتا ہے چاہے کوئی کتنا بڑا حاکم ہو یا دولت مند شخص ہو اسے زندہ رہنے کے لیے مشقت اٹھانی ہی پڑتی ہے لہذا اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اسے دنیا میں کبھی کوئی محنت نہ کرنی پڑے تو یہ اس کی خام خیالی ہے ایسا کبھی ممکن ہی نہیں ہے ہاں مکمل راحت کی زندگی جنت کی زندگی ہے جو دنیا میں کی ہوئی محنت کے نتیجے میں ملتی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ انسان کو دنیا میں جب کسی مشقت کا سامنا ہو تو اسے یہ حقیقت یاد کرنی چاہیے خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو مکہ مکرمہ میں جو تکلیفیں پیش آرہی تھی۔

اس آیت نے ان کو بھی تسلی دی ہے اور یہ بات کہنے کے لیے اول تو شہر مکہ قسم کھائی ہے شاید اس لیے کہ مکہ مکرمہ کو اگرچہ اللہ تعالی نے دنیا کا سب سے مقدس شہر بنایا ہے لیکن وہ شہر بذات خود مشقتوں سے بنا اور اس کے تقدس سے فائدہ اٹھانے کے لیے آج بھی مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ پھر خاص طور پر اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقیم ہونے کا حوالہ دینے میں شاید یہ اشارہ ہے افضل ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین شہر میں مقیم ہیں لیکن مشقتیں ان کو بھی اٹھانی پڑ رہی ہیں پھر حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد کی قسم کھانے سے اشارہ ہے کہ انسان کی پوری تاریخ پر غور کر جاؤ یہ حقیقت ہر جگہ نظر آئے گی کہ انسان کی زندگی مشقتوں سے پر رہی ہے۔ اللہ تعالی عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامی الکریم

درسِ حدیث

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

فرمایا: میں اس کو کیوں چھپاؤں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں چھپائی وہ یہ کہ مسلم کی صحیح حدیث میں ہے: جو مسلمان جہنم میں داخل کیے جائیں گے حق تعالیٰ ان کو ایک قسم کی موت دے دیں گے۔ اماتھم اللہ اماتۃ یہ الفاظ ہیں حدیث کے۔

اس کے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی موت تو نہ آئے گی مگر کوئی حالت مشابہ موت کے ہوگی مثلاً یہ کہ جسم کو بے حس ایسا کر دیا جائے جیسا موت سے بے حس ہو جاتا ہے یا کم حس کر دیا جائے۔ بہر حال مسلمانوں کا عذاب بھی دوسروں کے عذاب کی طرح نہیں حدیث شریف میں آتا ہے جب مسلمان پل صراط پر سے گزریں گے جس کا راستہ جہنم کی پشت پر سے ہوگا تو جہنم مسلمانوں سے کہے گی جز یا مومن فان نورك اطفاء ناری اے مسلمان جلدی سے پار ہو جا تیرے نور کی ٹھنڈک نے تو میری آگ کو ہی بجھا دیا۔

جب پشت پر سے گزرنے کا یہ اثر ہے تو جب مسلمان جہنم کے اندر ہوگا اس وقت بھلا کیا حال ہوگا؟ عجب نہیں کہ برد (ٹھنڈک) کی وجہ سے نار جہنم اس پر اثر ہی نہ کرے یا اثر کرے اور اس کو احساس ہی نہ ہو یا احساس ہو اور کم ہو اور وہ کم بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ بہت کچھ ہے۔ میں ان باتوں پر معاصی پر جرات نہیں دلاتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ موت سے جو آپ کو ایسی وحشت ہے کہ اس کے تصور سے بھی ڈرتے ہو اس کو دور کرو

ماخوذ: از شرح احادیث خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم ص 22

سابق امام کعبہ الشیخ محمد بن عبد اللہ سبیل کی رحلت

اداریہ

رواں سال جاتے جاتے ہم سے ہمارا علمی اثاثہ بھی لے گیا سابق امام کعبہ الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل رحمہ اللہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

شیخ سبیل نے وزارۃ المعارف اور دیگر تعلیمی اداروں میں تقریبا20 برس تک تدریسی خدمات سر انجام دیں، سال 1385ھ میں شیخ سبیل حرم مکی میں امام وخطیب اور صدر المدرسین مقرر ہوئے سال 1390 ہجری میں حرم مکی میں مذہبی امور سے متعلق کمیٹی کے نائب سربراہ مقرر ہوئے سال 1411ھ میں حرمین شریفین میں عمومی امور سے متعلق کمیٹی کے سربراہ بنائے گئے۔

شیخ سبیل رابطہ عالم اسلامی میں فقہ اکیڈمی کے روز اول سے رکن، اسی طرح مملکت سعودی عرب میں کبار علماء کمیٹی کے رکن ہیں۔ شیخ، حرم مکی میں علوم شرعیہ اور علوم عربیہ کی تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ منکرین فقہ برصغیر میں خود کو "اہل حدیث" کہلوانے والے عموماً تقلید ائمہ کو شرک گمراہی اور ضلالت گردانتے ہیں اور یہ کہتے رہتے ہیں فلاں امام اور فلاں امام ؛رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو رد کرتا ہے۔

اس بارے جب امام کعبہ الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل رحمہ اللہ سے بھی سوال کیا گیا۔ چنانچہ ہم مرحوم سبیل رحمہ اللہ کا وہ گرانقدر مکتوب اردو ترجمہ کی صورت میں آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

مکتوب الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مملکۃ عربیہ سعودیہ حوالہ 92/1

امور مسجد حرام و مسجد نبوی کے مرکزی ادارہ کے سربراہ کی جانب سے مورخہ 15-6-1414ھ الاخ الفاضل الاستاذ بشیر احمد حسیم اللہ بخش مدرس اول تفسیر القرآن والحدیث (حفظہ اللہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از سلام مسنون..... آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔

آپ نے اس بات کی صحت کے متعلق وضاحت طلب کی ہے کہ کیا ائمہ حرمین شریفین مقلد ہیں ؟ اور حنبلی ہیں؟ اور کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو اقوال ائمہ کی وجہ سے رد کرتے ہیں ؟ اللہ کی توفیق سے میں کہتا ہوں سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور درود و سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور آپ کی رہنمائی کی بدولت ان لوگوں پر جو آپ کی راہ پر چلے

حمد وصلوۃ کے بعد..... اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دشمنانِ اسلام کی یہ ہمیشہ سے عادت رہی ہے کہ وہ ابناء اسلام کے دلوں سے اسلام کی بیخ کنی کریں اور ان کے عادات خبیثہ میں سے ہے کہ وہ فقہ و فقہاء کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے بعض جاہلوں اور بے وقوفوں کو اس پر آمادہ کرتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے مذاہب کے متبعین (یعنی مقلدین) کے سامنے اختلافی مسائل کو اچھالا تاکہ

ایک طرف تو وہ ان کے درمیان فساد اور نزاع برپا کریں اور ان کو ان اختلافی مسائل کی وجہ سے ایسے امور سے غافل کر دیں جو ان کو گھیرے ہوے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو فقہ وفقہاء پر اعتماد کی دولت سے محروم کر دیں اور ان کو احکام دین اور مذاہب سے باہر کر دیں۔ نتیجۃً وہ خواہشات اور آراء کے شرک میں مبتلا ہو جائیں۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ ماضی میں ائمہ اعلام ان سازشوں پر متنبہ ہوئے تو انہوں نے ان دشمنان اسلام (منکرین فقہ وفقہاء) کے چہروں سے نقاب الٹ دیا اور ان کے تمام راستوں میں ان کا تعاقب کیا۔ اس لیے انہوں نے اختلاف فقہاء کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے چھوٹی اور بڑی کتابیں تالیف کیں۔

اور انہوں نے اصولی وفروعی اختلاف کے درمیان فرق واضح کیا اور لوگوں پر ان دشمنانِ اسلام کی بری نیتوں اور فساد مقاصد کو بھی خوب واضح کیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فرمان جو بعض فقہی اختلافی مسائل پر بحث کے بعد ہے ملاحظہ ہو شیخ نے فرمایا "اور اس کی وجہ سے وہ ان لوگوں کا معاون بن گیا جو اہل سنت کے مذاہب کے درمیان فتنہ پیدا کرتے ہیں تاکہ یہ داعیہ بن جائے ان کے اہل السنت والجماعت سے نکلنے کا اور رافضیوں اور ملحدین کے مذاہب میں داخل ہونے کا۔"

بہر حال ہمارا حنبلی ہونا سو بالکل صحیح ہے وہ یعنی مسجد حرام اور مسجد نبوی کے ائمہ امام اہل السنت احمد بن حنبل کے پیروکار ہیں کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے "امام اہلسنت" نام رکھنے پر علماء کا اجماع ہے پس جو شخص ان کے متبعین پر طعن کرتا ہے۔ اپنے عمل بالسنت کے زعم کی وجہ سے وہ حقیقت میں امام موصوف کی ذات پر طعن کرتا ہے۔

رہی یہ بات کہ وہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رد کرتے ہیں سو ہم کہتے ہیں یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ سبحانك هذا بهتان عظيم۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے ائمہ اس سے بری ہیں بلکہ وہ اس شخص سے بھی بری ہیں جو ایسا کرتا ہے۔

اور اگر ان میں سے کسی کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ اس نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی حدیث پر عمل ترک کیا ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ اس کو اس حدیث کا علم نہیں یا ترک کنندہ کے نزدیک ثابت نہیں یا وہ اس اس حدیث کو بھول گیا یا اس کا اعتقاد اس حدیث کے عدم دلالت کا ہے یا اس حدیث کے معارض دوسری حدیث کے پائے جانے کا یقین ہے یا اس معارض کی وجہ سے متروک حدیث کے ضعف کا اعتقاد ہے جبکہ وہ متروک حدیث خود معارض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

آخر میں عرض یہ ہے کہ بے شک آج مسلمانوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس وسعت اور فراخ دلی کو قائم رکھیں جو ان کے سلف صالحین میں تھی اور اپنے نفسوں پر اس امر کے بارے میں تنگی پیدا نہ کریں جس میں اللہ وسعت رکھی ہے۔ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو حق بات پر جمع کر دے تو یہ کہ وہ ہمیں ہدایت کنندہ اور ہدایت یافتہ بنادے۔ اللہ تمہارا نگہبان ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

(دستخط) محمد بن عبد اللہ السُبیل

1414-6-15ھ

امور مسجد حرام و نبوی کا سربراہ (چیرمین)، امام و خطیب مسجد حرام

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کا وارث چل بسا

سرمایہ اہل السنت علامہ عبد الستار تونسوی رحمہ اللہ بھی داغ مفارقت دے کر چل دیے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم اپنے اکابر علماء دیوبند کے عقائد و نظریات، علم وفقاہت، تقویٰ وللّٰہیت کے امین اور ان کے مزاج کے آئینہ دار تھے۔ آپ نے عالم اسلام کی سب سے عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند سے علم حاصل کیا۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خاص تربیت یافتہ اور مناظر اہل السنت علامہ عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ کے باصلاحیت شاگرد تھے مرحوم نے اپنی ساری زندگی تحفظ عقائد اسلامیہ اور تردید فرق باطلہ میں گزاری۔

ناموس رسالت، ختم نبوت، ناموس صحابہ واہلبیت، عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی شاگردوں کی ایسی کھیپ تیار کی جو ان کی تعلیمات اور افکار کو لے کر ساری دنیا میں جہاں عقائد اسلامیہ کے تحفظ اور احیاء کیلیے کوشاں ہے وہاں ہر باطل فرقے خصوصاً قادیانیت، رافضیت، خارجیت، یزیدیت، بریلویت، غیر مقلدیت، مماتیت اور دیگر گمراہ فرقوں سے علمی دنیا میں دلائل سے مسلح ہو کر نبرد آزما بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے متعلقین متوسلین اور پسماندگان کو انہی کے نقش قدم پر چلائے خصوصاً حضرت کے صاحب زادے برادر مکرم مولانا عبد الغفار تونسوی، مولانا عبد الجبار تونسوی اور دیگر ورثاء کو۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کے مشن کے ہم سب وارث ہیں ہم سب خود تعزیت کے مستحق ہیں۔ باقی رہی بات کہ دین حق کا دفاع اب کون کرے گا؟ تو الحمد للہ حضرت جو علم کے ہتھیار ہمیں پہنا گئے تھے ہم نے وہ اتارے

نہیں اس لیے باطل اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ اب میدان خالی ہے۔ علم اور دلائل کی دنیا میں حضرت کی روحانی اولاد آج بھی سینہ سپر ہے۔ اللہ تعالی مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور اب.....دسمبر فول

چونکہ اپریل فول کی کہانی ہوئی اب کافی پرانی ہو چکی ہے جدت اور نئے پن کا تقاضا تھا کہ اس کو سال کے آخری مہینے میں بھی منایا جائے اس لیے "اپریل فول" کے ساتھ ساتھ اب "دسمبر فول" بھی حاضر خدمت ہے۔

کچھ دنوں سے شنید تھی کہ فلاں تاریخ کو دنیا ختم ہو جائے گی "مایا" تہذیب میں جو کیلنڈر رائج ہے اس میں آخری تاریخ 21 دسمبر 2012 ہے اس سے آگے کی تاریخ کیلنڈر میں موجود نہیں۔ اس لیے کچھ "مایانسٹ" گھبرا گئے اور 21 دسمبر بوقت 11:11 پر دنیا کی تباہی کا انتظار کرتے رہے لیکن جب آنکھیں کھولیں تو دنیا کو باقی پایا۔

آپ کو یاد ہو گا 1999 کے آخری عشرے میں بھی ایک افواہ اڑائی گئی تھی کہ 2000 میں دنیا ختم ہو جائی گی چونکہ ساری دنیا کا ایٹمی نظام کمپیوٹرائزڈ ہو چکا ہے اور 1999 کے بعد 2000 کا ہندسہ کمپیوٹر میں نہیں آرہا اس لیے 2000 میں دنیا کا وجود مٹ جائے گا۔ سنا ہے کہ ہالی وڈ کے چند احمقوں نے اکٹھے ہو کر 2009 میں ایک فلم بھی ریلیز کی جس میں یہ تاثر دیا گیا تھا کہ 2012 میں دنیا اپنے اختتام کو پہنچ جائے گی۔

ہم نے تو ان باتوں کو محض کھیل تماشا سمجھا بلکہ "دسمبر فول" کا نام دینا مناسب خیال کیا لیکن زمینی حقائق یہ کہتے ہیں کہ اس طرح کی بے بنیاد خبروں اور

ویڈیوز نے کافی "انسانیت" کو متاثر کیا لوگ سہم گئے، کاروبار زندگی مفلوج ہو کر رہ گیا، کمزور دل لوگ ہر آن مقررہ تاریخ..... 21 دسمبر 2012 .....پر آنکھیں موند کر موت کا انتظار کرنے لگے۔ بچے اور خواتین خوفزدہ ہو کر گھروں میں محصور ہو کر رہ گئے بلکہ ایک رپورٹ کے مطابق ایسے "افلاطون" بھی نمودار ہونا شروع ہوئے جنہوں نے کہا کہ ہم نے موت سے بچاؤ کے لیے ایک "محفوظ گھر" تیار کر لیا یعنی وہاں موت نہیں آئے گی۔ فیاللعجب

دسمبر فول کے حوالے سے 23 دسمبر کو لاہور مینار پاکستان میں بھی ایک واقعہ پیش آیا۔ جس میں "ریاست بچانے" کے لیے ایک ڈاکٹر صاحب کافی عرصے بعد پاکستان میں "انقلاب" کی راہ ہموار کرنے کے لیے تشریف لائے۔

روزنامہ جنگ کے معروف کالم نگار "عطاء الحق قاسمی" اپنے کالم "پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کی آمد آمد" میں رقم طراز ہیں:

"علامہ طاہر القادری بہترین انتظامی صلاحیتوں کے مالک ہیں چنانچہ ان کی تنظیم کا دائرہ دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلا ہوا ہے ان سے عقیدت کا یہ عالم ہے کہ میں نے ایک کیسٹ میں ان کے عقیدت مندوں کو وجد کے عالم میں رقص کرتے اور... پھر باری باری علامہ صاحب کو سجدہ کرنے کی کوشش کرتے دیکھا لیکن علامہ صاحب کو ان کی یہ مشرکانہ حرکت ناگوار گزر رہی تھی تاہم ان کی دلآزاری بھی نہیں کرنا چاہتے تھے چنانچہ شفقت سے ان کی کمر پر ہاتھ پھیرتے جس کی برکت سے چند لمحوں بعد وہ سجدے سے سر اٹھا لیتے اور اسی طرح وجد و سرمستی کے عالم میں رقص کرتے ہوئے واپس اپنی نشستوں پر چلے جاتے اور ان کی جگہ دوسرے ارادت مند آجاتے۔ باری

باری عقیدت کے اظہار کا یہ سلسلہ تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا.....بد قسمتی سے ہمارے ہاں علم دین سے وابستہ ہر شخص خود کو شیخ الاسلام سمجھنے لگتا ہے، چنانچہ انہیں کسی دوسرے کے سر پر یہ تاج اچھا نہیں لگتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء حتیٰ کہ بریلوی مکتب فکر کے علماء نے بھی جو علامہ صاحب کے ہم مسلک ہیں ابھی تک ان کے شیخ الاسلام ہونے پر مہر تصدیق ثبت نہیں کی۔ اس افسوسناک رویے کو معاصرانہ چشمک کے علاوہ کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری کی ایک اور صفت بہت نمایاں ہے وہ ان کا وسیع المشرب ہونا ہے۔ ان کے دل میں کسی بھی مکتب فکر کے حوالے سے کوئی عناد نہیں چنانچہ وہ محرم کے مہینے میں اہل تشیع کے ہاں مجلسیں بھی پڑھتے ہیں وہ جب مصائب کے بیان پر آتے ہیں تو سامعین کے علاوہ خود علامہ صاحب پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے۔ بیان اور انداز بیان کی یہ تاثیر کسی بڑے سے بڑے ذاکر کے ہاں بھی کم کم ہی دکھائی دیتی ہے۔"

بشکریہ روزنامہ جنگ

اللہ ہمیں تمام شریروں کے شر سے محفوظ رکھے اور یہودی ایجنڈے پر کام کرنے والے ہر جبہ و دستار میں چھپے مجرموں سے باخبر رہنے کی توفیق بخشے۔

خیر! دسمبر ایک بار پھر الوداع کہہ کر ایک سال کے عرصے کے لیے ہم سے رخصت ہوا اور سالِ نو کی خوشیاں لیے جنوری آچکا ہے یہ چلا جائے گا فروری بھی حسب سابق بیت جائے گا مارچ اپریل الغرض تمام مہینے اپنے دنوں کی گنتی مکمل کر کے چلے جائیں گے قمری مہینے... محرم صفر..... یا شمسی مہینے ... جنوری فروری وغیرہ یہ اللہ تعالی کی نشانیاں ہوتے ہیں جن کا تذکرہ اللہ رب العزت نے مختلف مقامات پر کیا ہے۔ مثلاً

هوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب۔

سورۃ یونس آیت 5

وجعلنا اللیل والنہار ایتین.....لتعلموا عدد السنین والحساب۔

سورۃ اسراء آیت نمبر 12

اور اسی طرح سورۃ رحمان میں ارشاد باری ہے الشمس والقمر بحسبان

محولہ بالا تمام آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ سورج اور چاند اللہ تعالی کے حکم سے اپنی منازل طے کرتے ہیں اور ان کے ذریعے دن اور رات کا حساب لگا کر تاریخیں معلوم کی جاتی ہیں۔ سورج، چاند، ستارے، سیارے، اجرامِ فلکیہ، اجسامِ سماویہ، آسمان و زمین نہ تو خود بنے ہیں اور نہ ان کا نظام خود چلتا ہے بلکہ قادرِ مطلق ذات نے ان کو وجود بخشا اور اپنے اپنے کام میں لگا دیا ہے اور یہ اس وقت تک اپنے کام میں لگے رہیں گے جب تک اسے کائنات کی بقاء مقصود ہوئی۔ ہاں! جب اسے منظور ہوا تو پھر سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، ستارے بے نور ہو جائیں گے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے آسمان میں دراڑیں پڑ جائیں گی زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی یعنی وہ دن آجائے گا جسے قیامت کہتے ہیں اور دنیا نیست و نابود ہو جائے گی۔ یہاں ایک امر ملحوظ خاطر رہے کہ ہم صرف اس سوچ و بچار میں اپنی زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع نہ کریں کہ دنیا کب ختم ہو رہی ہے؟ قیامت یعنی اختتام دنیا کی نشانیاں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلادیں ہیں کتب حدیث میں ان کو دیکھا اور پڑھا جاسکتا ہے ہمیں تو اپنی فکر کرنا ہوگی کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے من مات فقد قامت قیامتہ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔ خواہ 21 دسمبر ہو خواہ کوئی بھی دن ہو۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے "الجمع الجوامع" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کیا ہے کہ ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اعلان کرتا ہے من استطاع ان یعمل خیرا فلیعمله فانی غیر مکرر علیکم ابدا آج اگر کوئی نیک عمل کر سکتا ہے تو کر لے آج کے بعد میں پھر کبھی واپس نہیں لوٹوں گا۔

جھوٹے مذاہب کے پیروکاروں کی پھیلائی ہوئی جھوٹی افواہوں سے دنیا ختم نہیں ہو گی بلکہ اس کا حتمی اور یقینی علم صرف اور صرف اللہ جل مجدہ کے پاس ہے۔

حدیث جبریل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کب قائم ہو گی تو آپ نے فرمایا کہ ما المسوؤل عنها باعلم من السائل جیسے پوچھنے والے کو اس کے آنے کا حتمی اور یقینی علم نہیں ہے اسی طرح مجھے بھی اس کا علم نہیں ہاں البتہ اس کی چند نشانیاں ہیں۔

جب فخرِ انسانیت کو اختتام دنیا کا حتمی علم نہیں سونپا گیا تو ننگِ انسانیت کے اس بارے میں معین شدہ ایام کیا معنی رکھتے ہیں؟ الحمد للہ پکے سچے مسلمان ہیں ہمیں اللہ اور اس کے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کافی ہیں۔ ہمیں اس طرح کی افواہوں پر کان نہیں دھرنے چاہییں خود بھی بچنا چاہیے اور باقی انسانیت کو بھی شریعت اسلامیہ قبول کرنے کی دعوت دینی چاہیے۔

جو یقیں کی راہ پر چل پڑے انہیں منزلوں نے پناہ دی
جنہیں وسوسوں نے ڈرایا وہ قدم قدم پر بھٹک گئے

والسلام

محمد الیاس گھمن

قاتل تحفہ

حافظ محسن شریف

ٹرن.....ٹرن.....ٹرن ! اچانک فون کی گھنٹی بجنے لگی انسپکٹر چوہان تھانے میں بیٹھے ناول پڑھنے میں مصروف تھے۔ اوہ ایک تو یہ ٹیلی فون کی گھنٹی بہت بری لگتی ہے اوپر سے چوبیس گھنٹے فون آتے رہتے ہیں پتا نہیں اب کس کا فون ہے؟ میرا دل تو کرتا ہے اس فون کو اٹھا کر باہر پٹخ دوں انسپکٹر چوہان بڑبڑاتے ہوئے کہا اور بد دلی سے فون کا ریسیور اٹھا کر انتہائی کھردرے لہجے میں بولے۔

ہیلو!!! ہیلو انسپکٹر چوہان اسپیکنگ

میں ایس پی رانا ندیم بات کر رہا ہوں دوسری طرف سے آواز ائی سنتے ہی انسپکٹر چوہان فوراً سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہنے لگے۔ اوہ سر آپ ہیں میں سمجھا کوئی اور ہو گا سوری۔

سر کے بچے ! بات غور سے سنو ! سیٹھ ہمدانی صاحب کا نام سنا ہے ناں تم نے؟

جج جی جی سر بالکل سنا ہے خیر تو ہے کیا ہوا ان کو؟ ان کے اکلوتے بیٹے کا قتل ہو گیا ہے۔

کک.....کک کیا..... انسپکٹر چوہان کے منہ سے نکلا اور ان کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

انسپکٹر چوہان میری بات غور سے سنو!

جج جی جی سر! انسپکٹر چوہان جلدی سے حیرت کے سمندر سے غوطے کھاتے

ہوئے باہر نکلے۔

اب یہ کیس تم کو سونپا جارہا ہے اوپر سے ہمارے محکمے پر پریشر بھی بہت ہے لہٰذا جلد کیس کو حل کرو اور قاتل کو پکڑو اور سیٹھ ہمدانی کا پتا نوٹ کرلو۔ کوٹھی نمبر 3 بلاک نمبر 5 مسلم نگر یہ کہتے ہوئے دوسری طرف سے لائن کٹ گئی اور انسپکٹر چوہان سوچوں میں گم ہوگئے اور طرح طرح کے خیالات ان کے ذہن میں آنے لگے۔

⌘⌘⌘

سیٹھ ہمدانی کا شمار شہر کے امیر ترین لوگوں میں ہوتا ہے بہت نیک آدمی تھے غریبوں سے بہت اچھے طریقے سے پیش آتے تھے ان کا کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ تھا لوگ اپنے مسائل حل کروانے سیٹھ ہمدانی کی کوٹھی کا رخ کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کو سیٹھ ہمدانی پر پورا اعتماد تھا اور سب کی نظر میں سیٹھ ہمدانی ایک نہایت ایماندار شخص تھے اور وہ جو فیصلہ کرتے لوگ اس کو خوش دلی سے فوراً قبول کرلیتے کسی کو ان سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ سیٹھ ہمدانی نے اپنے کئی خالی پلاٹ غریبوں میں مفت تقسیم کردیے تھے ان کے پاس اتنی دولت تھی کہ خود ان کو اپنی دولت کا کوئی اندازہ نہ تھا۔

ان کا ایک ہی بیٹا تھا وہ بھی صرف دس سال کا جس کو انہوں نے بہت لاڈ پیار سے پالا تھا لیکن کسی نے پھانسی کا پھندا اس کے گلے میں ڈال کر اس معصوم کو قتل کردیا، ان کے بیٹے کے قتل کردیا تھا ان کے بیٹے کے قتل کی خبر پورے شہر میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی ہر کوئی سیٹھ ہمدانی سے دلی افسوس کررہا تھا۔

⌘⌘⌘

سر جی! سر جی! کہاں گم ہیں؟ آپ کی چائے لے آیا ہوں، انسپکٹر چوہان کے ماتحت گلزار خان نے انسپکٹر چوہان کو سوچوں میں مگن دیکھ کر چائے کی پیالی ان کے

سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

کک کک کچھ نہیں کچھ نہیں انسپکٹر چوہان گلزار خان کی بات سن کر اپنی سوچوں سے باہر نکلے۔

سر کیا بات ہے آپ پریشان دکھائی دے رہے ہیں؟ گلزار خان نے سوال داغ دیا۔

گلزار خان! سیٹھ ہمدانی کے اکلوتے بیٹے کا قتل ہو گیا ہے؟

کیا کہا؟ یہ سنتے ہی گلزار خان اچھلا۔ سر ان کے ساتھ تو کسی کی دشمنی بھی نہیں تھی وہ تو نہایت شریف آدمی ہیں، میں نے ان کی سخاوت کے کئی قصے سنے ہیں، گلزار خان نے سہمے سہمے انسپکٹر چوہان سے کہا۔

ہاں گلزار خان! تمہارے آنے سے پہلے میں بھی ان ہی سوچوں میں گم تھا اس قتل کی وجہ سے پورے شہر میں خوف وہراس پایا جارہا ہے ایس پی صاحب کا فون آیا تھا انہوں نے اس کیس کی ذمہ داری مجھے سونپی ہے اوپر سے ہمارے محکمے پر پریشر بھی بہت زیادہ ہے ایس پی نے کہا کہ اس کیس کو جلدی اور فوراً حل کرنے کی کوشش کرو تاکہ ہمارے محکمے کی عزت پر کوئی آنچ نہ آئے انسپکٹر چوہان نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے سامنے بیٹھے گلزار خان کو ساری بات بتائی۔

سر اس کا قاتل کون ہو سکتا ہے؟ گلزار خان نے اگلا سوال داغا۔

یہ تو ان کے گھر جاکر ساری بات سن کر پتا لگانا پڑے گا قاتل جو بھی ہو ہمارے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا اسے قانون کے کٹہرے میں لازمی آنا پڑے گا ہم ان شاء اللہ قاتل کا ضرور پتا لگالیں گے۔

اللہ آپ کو کامیاب کرے سر! گلزار خان نے لقمہ دیا۔

اچھا گلزار خان ! گاڑی نکالو ہمیں سیٹھ ہمدانی کے گھر جانا ہے۔ او۔ کے سر! یہ کہتے ہوئے گلزار خان تیزی سے باہر نکل گیا۔

⌘⌘⌘

دس منٹ بعد ہی انسپکٹر چوہان اور گلزار خان گاڑی میں بیٹھے مسلم نگر کی طرف رواں دواں تھے تقریباً بیس منٹ بعد وہ مسلم نگر پہنچ چکے تھے سیٹھ ہمدانی کی عالی شان کوٹھی ان کو سامنے ہی نظر آگئی کوٹھی کے مین گیٹ پر سیٹھ ہمدانی کا نام ایک بڑے سے بورڈ پر آویزاں تھا انسپکٹر چوہان گیٹ کے قریب پہنچ کر بیل بجائی۔

فوراہی خوفناک مونچھوں والا آدمی جو سیٹھ ہمدانی کے گھر کا چوکیدار تھا بھاگتا ہوا آیا: جی آپ کون؟ چوکیدار نے انسپکٹر چوہان کو بغور دیکھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا سیٹھ ہمدانی سے ملنا ہے میں انسپکٹر چوہان ہوں سیٹھ ہمدانی کے بیٹے کے قتل کیس کے سلسلے میں آیا ہوں انسپکٹر چوہان نے اپنا کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔

جج جی سر ب ب بہت اچھا آیئے سیٹھ ہمدانی آپ کا انتظار کر رہے ہیں انسپکٹر چوہان اپنے ماتحت گلزار خان کے ساتھ سیٹھ ہمدانی کی بنگلہ نما کوٹھی میں داخل ہوئے سامنے لان میں کھڑے سیٹھ ہمدانی بہت غمزدہ اور پریشان ہو کر چکر لگا رہے تھے۔

السلام علیکم سیٹھ صاحب! میں انسپکٹر چوہان یہاں کے تھانے کا انچارج ہوں آپ کے بیٹ کے قتل کیس کے سلسلے میں آیا ہوں، انسپکٹر چوہان نے مختصر الفاظ میں اپنا تعارف کروایا۔

وعلیکم السلام جی بہت اچھا آیئے۔ سیٹھ صاحب انسپکٹر چوہان گلزار خان کو

ساتھ لیے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے ٹھنڈا پئیں گے یا گرم ؟ سیٹھ ہمدانی نے ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ بس ٹھنڈا پانی پلا دیجئے انسپکٹر چوہان نے ڈرائنگ روم کی دیوار پر نظر جماتے ہوئے کہا۔

تھوڑی ہی دیر میں ایک ملازم ٹھنڈا پانی لیے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور پانی انسپکٹر چوہان کے سامنے رکھ دیا اور پھرتی سے باہر چلا گیا۔ سیٹھ صاحب اب ہم کچھ بات کیس کے متعلق کر لیں؟

انسپکٹر چوہان نے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے کہا جج۔ جی بالکل!

سیٹھ ہمدانی جو اپنے بیٹے کی موت کی وجہ سے پریشان تھے غمزدہ لہجے میں بولے :

آپ کے گھر میں ملازم کتنے ہیں ؟

جی تین ملازم ہیں۔

آپ کو ان میں سے کسی پر شک ہے ؟

جی نہیں کسی پر نہیں میرے تینوں ملازم بہت ایماندار اور نہایت شریف ہیں وہ اتنی بھیانک اور گری ہوئی حرکت کبھی نہیں کر سکتے سیٹھ ہمدانی بڑے اطمینان سے بولے۔

کیا میں آپ کے تینوں ملازموں سے مل سکتا ہوں؟

جی جی بالکل ! تھوڑی دیر بعد ہی تینوں ملازم ڈرائنگ روم میں سیٹھ ہمدانی اور انسپکٹر چوہان کے سامنے بیٹھے تھے۔

اب انسپکٹر چوہان پہلے ملازم کی طرف متوجہ ہوئے: آپ اپنا تعارف کرائیں میرا نام "شہریار" ہے اور میں مسلم نگر کی ساتھ والی آبادی فردوس کالونی

میں رہتا ہوں او۔ کے آپ جاسکتے ہیں اور شہریار اٹھ کر باہر کی جانب چل دیا۔

اچھا تو آپ بھی تھوڑا اپنا تعارف کروائیں سیٹھ ہمدانی کے دوسرے ملازم سے انسپکٹر چوہان نے کہا جی میرا نام "چاند" ہے اور میں یہاں سے چند کلو میٹر دور تھیری کالونی کا رہائشی ہوں۔

آپ یہاں کب سے ملازمت کر رہے ہیں اور آپ کو سیٹھ صاحب سے کوئی شکایت تو نہیں؟

میں تقریباً ایک سال سے ملازمت کر رہا ہوں۔ سیٹھ صاحب بہت اچھے آدمی ہیں مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں یہ تو اپنے بیٹے کی طرح ہمارا خیال رکھتے ہیں۔ او کے آپ بھی جاسکتے ہیں انسپکٹر چوہان چاند سے کہا اور وہ بھی اٹھ کر باہر کی جانب چل دیا۔

اب انسپکٹر چوہان سیٹھ ہمدانی کے تیسرے اور آخری ملازم کی طرف متوجہ ہوئے آپ اپنا تعارف کروائیں! جی میرا نام "رشید" ہے اور میں یہاں سے پانچ کلو میٹر دور ایک گاؤں کچی موڑ میں رہتا ہوں۔

آپ یہاں کب سے ملازمت کر رہے ہیں؟ انسپکٹر چوہان نے رشید کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے اگلا سوال کیا۔

جی میں یہاں پر سب سے پرانا ملازم ہوں اور تقریباً دس سال سے کام کر رہا ہوں رشید نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ اچھا آپ جاسکتے ہیں اور رشید اٹھ کر باہر کی جانب چل دیا۔

تینوں ملازموں سے فارغ ہو کر انسپکٹر ہمدانی صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اچھا سیٹھ صاحب آپ اپنے بیٹے کا کمرہ دکھائیں سیٹھ ہمدانی انسپکٹر چوہان کو ساتھ لے کر اپنے بیٹے کے کمرے میں داخل ہوئے

"یہ میرے بیٹے کا کمرہ ہے سیٹھ ہمدانی نے ایک بڑے ہال میں داخل ہوتے ہوئے کہا یہی وہ منحوس کمرہ ہے جہاں میرے بیٹے کو گلے میں رسی ڈال کر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔" سیٹھ صاحب روتے ہوئے بولے

سیٹھ آپ حوصلہ رکھیں آپ کا بیٹا تو واپس نہیں آسکتا لیکن اس کے قاتل ان شاء اللہ آپ کے سامنے ضرور ہوں گے انسپکٹر چوہان نے سیٹھ صاحب کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا انسپکٹر چوہان بڑے غور سے پورے کمرے کا جائزہ لے رہے تھے۔

اچانک ان کی نظر کمرے کے ایک کونے میں پڑی جہاں پردہ لگا ہوا تھا انسپکٹر چوہان نے گلزار خان کو پردہ ہٹانے کا حکم دیا جیسے ہی پردہ ہٹایا گیا تو وہاں ایک خوبصورت ٹی وی پڑا ہوا تھا۔ ساتھ ہی نئی ڈی وی ڈی پڑی تھی ساتھ ہی انگلش فلموں اور کارٹونز کی سی ڈیز بڑی مقدار میں ایک ٹیبل پر پڑی تھیں۔ انسپکٹر چوہان سی ڈیز اٹھا کر بغور دیکھنے لگے اور اچانک انسپکٹر چوہان کی نظر میں چمک آگئی۔

اچھا سیٹھ صاحب اب ہم چلتے ہیں کیس حل ہو چکا ہے کل آکر آپ کو بتائیں گے اور قاتل بھی پکڑا گیا ہے۔

کیا واقعی؟ سیٹھ ہمدانی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کے بیٹے کا قاتل پکڑا گیا ہے۔

جی سیٹھ صاحب آپ کے بیٹے کا قاتل ہم نے پکڑ لیا ہے اور ان شاء اللہ کل وہ آپ کے سامنے ہو گا یہ کہہ کر انسپکٹر چوہان اور گلزار خان وہاں سے چل دیے۔

اگلے دن انسپکٹر چوہان اور گلزار خان سیٹھ کے سامنے بیٹھے تھے یہ رہا آپ کے بیٹے کا قاتل انسپکٹر چوہان فلموں کی ایک سی میں سے ایک سی ڈی سیٹھ کے آگے رکھتے ہوئے بولے.....کیا.....کیا.....؟ یہ سنتے ہی سیٹھ صاحب بوکھلا کر اچھل پڑے اور پھر جلد ہی اپنے حواس بحال کرتے ہوئے بولے آپ پاگل ہو گئے ہیں یا مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟

دیکھیں آپ مذاق کر رہے ہیں تو یہ مذاق آپ کو بہت مہنگا پڑے گا آپ اپنی نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے میں پہلے ہی اپنے بیٹے کے قتل پر بہت پریشان ہوں اور اوپر سے آپ مذاق کر کے میرے زخموں پر نمک چھڑک رہے ہیں بھلا یہ سی ڈی میرے بیٹے کا قتل کیسے کر سکتی ہے؟

آپ بھی دیوانوں جیسی بات کرتے ہیں اور یہ سی ڈی جس کو آپ میرے بیٹے کا قاتل کہہ رہے ہیں یہ میں نے اپنے بیٹے کو خود تمغہ میں لا کر دی تھی بھلا یہ بے جان چیز میرے بیٹے کا قتل کر سکتی ہے؟ آپ جیسے قابل آفیسر سے مجھے یہ امید نہیں تھی سیٹھ ہمدانی نے ایک ہی سانس میں کئی باتیں کہہ ڈالیں۔

لیکن میرا یہ مؤقف ہے کہ یہ سی ڈی جو آپ نے اپنے بیٹے کو تمغہ میں لا کر دی ہے یہی آپ کے بیٹے کی قاتل ہے انسپکٹر چوہان نے اپنا مؤقف دوبارہ دہرایا۔

کک ..... کیا کہا آپ نے جناب ؟ پھر وہی دیوانوں والی بات کرتے ہو بھلا یہ سی ڈی میرے بیٹے کی قاتل کیسے ہے ؟ سیٹھ ہمدانی نے اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

اچھا تو سیٹھ صاحب سے سنیے ! اصل میں جب میں نے آپ کے تینوں ملازموں سے پوچھ گچھ کی تو میں نے ان کے چہروں کو بڑے غور سے دیکھا ان تینوں کے چہروں پر اطمینان تھا۔

لہٰذا ان تینوں پر پہلے میں نے شک کیا تھا کہ ہو سکتا ہے آپ کے ملازموں میں سے کسی نے لالچ میں آکر آپ کے بیٹے کا قتل کیا ہو کیونکہ آپ کے مرنے کے بعد آپ کی جائیداد کا اکیلا آپ کا بیٹا مالک تھا اور اگر آپ کے بیٹے کو کچھ ہو جاتا تو پھر یہ ساری دولت آپ کے ملازموں میں تقسیم کر دی جانی تھی آپ کی یہ وصیت کل شام میں نے آپ کے وکیل سے اس کے دفتر جاکر معلوم کی لیکن میرا شک غلط نکلا کیونکہ قاتل کے چہرے پر تھوڑی بہت گھبراہٹ لازمی ہوتی ہے جو ان تینوں میں سے کسی کے چہرے پر نہیں تھی۔

پھر میں آپ کے بیٹے کا کمرہ دیکھنے گیا میں نے بغور کمرے کا جائزہ لیا میری نظر ایک کونے پر پڑی جہاں پردہ تھا اور پردے کے پیچھے ایک ٹی وی اور ڈی وی ڈی پڑی تھی اس کے پاس بہت سی فلموں اور کارٹونز کی سی ڈیز پڑی تھیں سی ڈیز دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ آپ کا بیٹا انگلش فلموں کا شوقین تھا۔

ہاں ہاں وہ انگلش فلمیں دیکھنے کا شوقین تھا اور میں نے یہ سی ڈی لا دی کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے بیٹے کی کوئی خواہش ادھوری رہے سیٹھ ہمدانی

درمیان میں ہی بول پڑے۔

لیکن اس سی ڈی میں ایسا کیا ہے جو میرے بیٹے کا قتل کر دے۔ سیٹھ ہمدانی نے ایک دفعہ انسپکٹر چوہان پر طنز کیا۔

سر! آپ ان کو ساری بات بتائیں۔ گلزار خان نے سیٹھ ہمدانی کے چپ ہوتے ہی انسپکٹر چوہان کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

اچھا تو سیٹھ صاحب پھر میں نے سوچا آپ کی دشمنی بھی کسی سے نہیں ہے اور چوکیدار کی اجازت کے بغیر کوئی آپ کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا اور آپ کا بیٹا بھی اپنے کمرے میں اکیلا رہتا تھا تو آخر یہ قتل کیسے ہوا؟

میں نے اپنا خوب ذہن لڑایا اور بالآخر کیس کی تہہ تک پہنچ گیا کہ یہ سی۔ ڈی آپ کے بیٹے کے قاتل ہے کیونکہ اس فلم میں ایسا سین تھا کہ انگریز ہیرو جان بوجھ کر اپنے گلے میں رسی ڈال کر پنکھے کے ساتھ لٹک جاتا ہے اور مرنے کا ڈرامہ کرتا ہے اور آپ کے بیٹے نے جب یہی سین دیکھا تو خود ہیرو بننے کی کوشش کی اور پلاسٹک کی رسی اپنے گلے میں ڈال کر نیچے پڑے ہوئے ٹیبل پر کھڑا ہو گیا اور رسی کو پنکھے پر پھینک دیا۔

جیسے ہی ٹیبل نیچے سے کھسکا تو آپ کا بیٹا ہیرو بننے کے چکر میں لٹک گیا اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہمیں افسوس ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے کے قتل کے لیے خود "قاتل تحفہ" لا کے دیا لہٰذا اپنے بیٹے کے قتل کے ذمہ دار آپ خود بھی ہیں۔

اور دوسری غلطی آپ نے یہ کی کہ اپنے بیٹے کی محبت میں آپ نے اس

کی غلط خواہش کو بھی پورا کیا بچے جو دیکھتے ہیں اسی طرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں آپ کو آپ کے بیٹے کی اندھی محبت نے اس حال تک پہنچا دیا کہ آپ اس کی ہر ناجائز خواہش بھی پوری کرتے رہے۔ میں پہلے بھی اس طرح کے کئی کیس حل کر چکا ہوں۔ اگر آپ اپنے بیٹے کو ان فضول اور قاتل سی ڈیز کے علاوہ کوئی دینی کتاب یا دینی رسالہ لا کر دیتے تو آپ کو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا اور یہ لیں وہ پلاسٹک کی رسی جو آپ کے بیٹے کے کمرے سے ملی اور جس سے اس نے ہیرو بننے کے چکر میں خودکشی کر لی۔ انسپکٹر چوہان روانی سے بولتے چلے گئے اور سیٹھ ہمدانی روتے ہوئے اپنا سر شرمندگی سے جھکاتے چلے گئے اور بالآخر بوجھل قدموں سے اٹھے اور ٹی۔ وی، ڈی وی ڈی اور سی ڈیز کو باہر پھینکوا کر آگ لگا دی تھوڑی ہی دیر میں سیٹھ ہمدانی اپنے بیٹے کے قاتلوں کو راکھ میں بدلتا دیکھ رہے تھے انسپکٹر چوہان یہ سارا منظر دیکھ کر سیٹھ کو دلاسہ دیتے ہوئے وہاں سے چل دیے کیونکہ انہوں نے اپنے محکمے کی عزت کو بچا لیا تھا اور کیس بھی حل کر چکے تھے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

شیخ الحدیث مفتی محمد اویس بانی دارالعلوم گوجرانولہ، حافظ عبدالرؤف کی ساس صاحبہ، فاضل دارالعلوم دیوبند مولانا اللہ بخش قیصرانی آف تونسہ، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا سائیں محمد حسن عباسی، ڈاکٹر محمد صدیق کاپوتا محمد معظم علی ایکسیڈنٹ میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ عالم اسلام کے تمام فوت شدگان اور شہداء کی اللہ تعالی مغفرت فرمائے۔ ایک بار سورۃ فاتحہ اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب فرمادیں۔ ایس ایم ایس کریں **03324576084**

اتباعِ شریعت اور خواہشات کی قربانی

ضبط و ترتیب: اہلیہ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد:

فاعوذباللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا o وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا o مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا o الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا o

میں نے پارہ نمبر 22 میں سے سورۃ احزاب کی چار آیات کریمہ کی تلاوت کی ہیں ان آیات کریمہ کا شان نزول اگر سمجھ آئے تو پھر پورا مسئلہ اور آیت کریہ کا مقصد سمجھ آسکتا ہے۔

شان نزول اور شان ورود:

عربی زبان میں اور اصطلاحات میں دو لفظ استعمال ہوتے ہیں ایک شانِ نزول اور ایک شانِ ورود، قرآن کریم کی کسی آیت، یا کسی سورۃ کے اللہ رب العزت کے آسمان سے نازل کرنے کا جو خاص واقعہ سبب بنے اسے قرآن کریم کی آیت کا "شانِ

نزول" کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا اگر کوئی خاص واقعہ سبب بنے تو اسے حدیث کا تعلق "شانِ ورود" کہتے ہیں۔

آیات مذکورہ کا شان نزول:

تو ان آیات کریمہ کا شان نزول کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رہا کرتے تھے ان کے اسلام لانے کا قصہ بہت عجیب، بڑا دردمند، فکر انگیز اور سبق آموز بھی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بچپن میں اغوا کر لیا گیا، یہ ایک قافلے کے ساتھ کہیں جارہے تھے تو قبیلہ بنو قیس والوں نے قافلے کو لوٹا اور حملہ کیا اس سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اغوا کیا اور مکہ مکرمہ میں لا کر بیچ دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مکہ مکرمہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو خریدا اس وقت حضرت خدیجہ کا نکاح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوا تھا۔

ام المومنین کی فراخ دلی:

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ غلام بطور ہدیہ اور تحفہ پیش کر دیا حضرت زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے غلام بھی تھے اور بچے بھی تھے، ادھر حضرت زید کے والد، چچا اور ان کا خاندان ان کی تلاش میں پریشان پھرتا رہا اور حضرت زید کے ساتھ ان کو وہی محبت تھی جو والدین کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوا کرتی ہے حضرت زید کے والد محترم نہایت سر دردی کے ساتھ ان کی تلاش میں روتے بھی تھے پریشان بھی ہوتے تھے جس طرح اولاد کے گم ہو جانے کی وجہ سے والدین پریشان ہوتے ہیں۔

والدین کی بے چینی:

ایک مرتبہ کوئی قافلہ ان کے علاقے کا مکہ میں حج کرنے کے لیے آیا وہاں انہوں نے حضرت زید کو پہچان لیا واپس جا کر حضرت زید کے والدین کو بتایا کہ تمہارا بچہ فلاں جگہ پر موجود ہے ہم نے مکہ مکرمہ میں دیکھا ہے بلکہ اس قافلہ نے حضرت زید کو بھی ان کے والدین کا رونا بتایا کہ تمہارے والد روتے ہیں تمہارے والد نے شعر پڑھے ہیں تمہاری محبت کی وجہ سے تمہاری جدائی میں بے حد پریشان ہیں۔

تیرا نعم البدل نہیں کوئی:

حضرت زید نے ان کو تین شعر لکھ کر دیئے کہ یہ میرے والد کو پہنچا دینا، ان کا خلاصہ یہ تھا کہ جس شخص کی غلامی میں ہوں اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ملتی انہوں نے مجھے باپ کا پیار اور محبت دی ہے اس لیے میں ان کو چھوڑ کر نہیں آسکتا۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں:

حضرت زید کے والدین کو جب پتہ چلا تو وہاں سے ان کے والد اور چچا فدیہ کی رقم لے کر یہاں سے چلے اور مکہ مکرمہ کا سفر کیا، مکہ مکرمہ آکر حضرت زید سے ملے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی آپ ہاشمی اور مکہ کے سردار ہیں آپ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں ہم اپنے بیٹے کو لینے آئے ہیں اور اس کے فدیے کی رقم ہم آپ کو دیتے ہیں آپ ہمارا بیٹا واپس کر دیں۔

خوشی بارضا بلا جبر واکراہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ تمہارا بیٹا زید موجود ہے اگر

یہ جانا چاہے تو بغیر فدیے کی رقم کے میں باخوشی اسے آپ کے ساتھ بھیجنے کو تیار ہوں، اگر یہ خوشی سے واپس نہ جانا چاہے تو اس کو جبراً تم نہیں لے جاسکتے۔

دنیا کی سب سے بڑی دولت..... غلامی رسول:

ان لوگوں نے حضرت زید سے گفتگو کی تو زید نے فرمایا کہ حضور کی ذات مبارک کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے والدین نے بہت سمجھایا کہ دیکھو تم وہاں آزاد رہو گے یہاں تم غلام ہو تو انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ میں غلام ہوں لیکن دنیا میں ایسے شخص کی غلامی تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی لیکن میرا مقدر ہے کہ اس شخص کی غلامی مجھے مل گئی میں ان کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔

متبنیٰ (منہ بولا بیٹا):

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا تو حضرت زید کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا آج کے بعد زید میرا بیٹا ہے۔ تو زید نبی کی گود میں بیٹھ گئے حضور نے اسے منہ بولا بیٹا بنالیا حضرت زید کے والد اور چچا یہ منظر دیکھ کر وہاں سے واپس ہوگئے کہ جب زید بھی خوش ہے اور جن کی خدمت میں ہے وہ بھی خوش ہیں ہمیں یہ بھی پتہ چل گیا ہے اولاد کہاں پر ہے تو خوشی کے ساتھ حضرت زید کو چھوڑ کر واپس چل دیئے تو جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منہ بولا بیٹا بنایا تو اس دن سے انہیں زید بن حارثہ کی بجائے مکہ والوں نے زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شروع کر دیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بیٹے تو نہیں تھے، منہ بولے بیٹے تھے جن کو عربی میں متبنّیٰ کہتے ہیں تو زید بن محمد کے نام سے یہ مشہور ہوئے۔

قرآن کریم کا آفاقی حکم:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باپ جیسا پیار بھی دیا اور باپ والی محبت بھی عطا فرمائی حضرت زید کو چونکہ زید بن محمد کہا جاتا تھا لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ کہ جس شخص کا حقیقی بیٹا نہ ہو بلکہ منہ بولا بیٹا ہو تو اس کو حقیقی باپ کی طرف منسوب کرنا چاہیے یعنی جس کو منہ بولا بیٹا بنایا ہے اسی کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیے تو اس دن سے زید بن محمد کی بجائے زید بن حارثہ کہا جانے لگا، اس آیت کے نزول کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس بات کا شدید دکھ ہوا کہ میری نسبت بدل گئی ہے کہ پہلے دنیا مجھے زید بن محمد کہتی تھی اب زید بن حارثہ کہتی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی احساس تھا کہ حضرت زید کو اس بات کا نہایت دکھ ہے اور افسوس ہے۔

دکھ کا مداوا:

ان کے اس دکھ اور افسوس کو ختم کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے کرانا چاہا مقصد یہ تھا کہ اس رشتہ کی وجہ سے حضرت زید کا دکھ ختم ہو جائے گا اور وہ خوش ہو جائے گا کہ حضور علیہ السلام کی پھوپھی کی بیٹی میرے نکاح میں ہے۔ اور خاندان نبوت کے ساتھ ہماری رشتہ داری بن گئی ہے۔ حضرت زید نے غلامی کو آزادی پر ترجیح دی ہے والدین کی بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کو پسند کیا ہے تو اس شخص کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کو راحت اور خوشی ملنی چاہیے۔

پیغام نکاح اور انکار:

تو حضرت زینب کے ہاں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا تو حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہما دونوں نے اس رشتے سے انکار کر دیا اور انکار کی وجہ یہ تھی ہمارا خاندان بڑا ہے اور ان کے اوپر غلامی کا داغ لگا ہوا ہے یہ پہلے غلام تھا بعد میں آزاد ہوا اور ہمارا اس سے جوڑ نہیں بنتا اور برابری بھی نہیں ہے اس لیے انہوں نے اس رشتے سے انکار کیا تو اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ، کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ فرما دیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کے لیے اس فیصلے سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔" وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا "جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کرتا ہے وہ بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ، نبی کے فیصلے کے بعد تمہارے لئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

فیصلہ خداوندی اور تسلیم ورضا:

تو حضرت زینب اور ان کے بھائی عبد اللہ یہ دونوں تیار ہو گئے بالآخر حضرت زینب بنت جحش رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے کر دیا گیا۔ اس سے یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اگر ایک طرف مسئلہ ماں کا باپ کا اور قبیلے، برادری اور خاندان کا ہو اور ایک طرف حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور خود اللہ رب العزت کی ذات کا ہو، تو ہمیں اپنے خاندان کی

بجائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ترجیح دینی چاہیے، اپنے قبیلے اور برادری کی بجائے اپنے اللہ کی بات کو زیادہ ترجیح دینی چاہیے اور اللہ کی بات پر عمل کرنا چاہیے دیکھیے ناں! حضرت زینب کا قبیلہ بھی بڑا ہے خاندان بھی بڑا ہے حضرت زید غلامی سے آزاد ہوئے ہیں نکاح کو دل بھی نہیں کرتا پسند بھی نہیں ہے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کر دیا اب ان کو نکاح کرنا پڑا اور اپنی رائے کو بدلنا پڑا۔

اتباع شریعت اور ہمارے معاشرتی مسائل:

اس لیے ہمیں بھی اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ خوشی سے لے کر غمی، صحت سے لے کر بیماری تک، جوانی سے لے کر بڑھاپے تک، پیدائش سے لے کر موت تک اور ماں کے پیٹ سے لے کر قبر تک جتنی بھی حالتیں ہیں انسان کو ہر حال میں اس بات کا خیال کرنا چاہیے کہ میرے اللہ کا حکم کیا ہے؟ اور میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے؟ اللہ کا حکم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اس کو ہر حال میں اختیار کرنا چاہیے ہمارے آج بہت بڑے مسئلے ہیں مثلا ایک بہت بڑا مسئلہ شادی کے موقع پر بے پردگی کا ہے شادی کے موقع پر گانے بجانے کا ہے شادی کے موقع پر ڈھول بجانے کا ہے شادی کے موقع پر مہندی کی رسم کا ہے، شادی کے موقعوں پر مائیوں کا ہے شادی کے موقع پر نیوتہ کی رسم کا ہے، شادی کے موقع پر کھڑے ہو کر کھلانے کا مسئلہ ہے شادی کے موقع پر عورتوں اور مردوں کی اکٹھی ویڈیو بنانے کا ہے، شادی کے موقع پر جہیز کے مطالبے کا ہے شادی کے موقع پر بڑے بڑے حق مہر کا مسئلہ ہے۔ یہ بڑے بڑے ہمارے ہاں مسائل پیش آتے ہیں لیکن اس موقع پر ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چاہیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات مبارکہ کو دیکھیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف باتیں ہیں ان ساری باتوں کو چھوڑ دیں نتیجہ یہ نکلے گا اللہ کریم شادی میں برکتیں عطا فرمائیں گے اللہ خوشی میں برکتیں عطا فرمائیں گے اللہ رب العزت آدمی کے سارے معاملات ٹھیک فرمادیں گے۔

رب کے غصے کو دعوت دینا:

جب اس خوشی کے موقع پر ہماری زبان سے یہ جملہ نکلتا ہے تو اللہ کا عرش بھی اس سے کانپتا ہوں گا کہ کس قدر افسوس ناک جملہ ہے۔ ادھر اللہ کے نبی کی سنتیں چھوٹتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مٹتا ہے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے تو لوگ ایک ہی جملہ کہتے ہیں کہ مولانا صاحب! کوئی روز روز تے شادی تو نہیں ہوندی زندگی میں ایک بار خوشی کا موقع آتا ہے وہ بھی برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جس اللہ نے زندگی میں اتنی بڑی خوشی عطا فرمائی ہے۔ اس خوشی کے موقع پر اللہ کے حکموں کو توڑ دینا بتاؤ کتنا بڑا ظلم ہے اور کتنی بڑی زیادتی ہے؟

رب راضی تے سب راضی:

اور تعجب یہ ہے کہ شادی کے موقع پر پوری کوشش کی جاتی ہے ماں کو راضی کرو، خالہ کو راضی کرو، پھوپھی کو راضی کرو، ماموں کو راضی کرو، چچا، تایا کو راضی کرو اور دور تک کے رشتوں کو منایا جاتا ہے کہ ان کو راضی کیا جائے کہ خوشی کا موقع ہے کہ یہ سب شادی میں شریک ہو جائیں تو بہتر ہے پھر مسئلہ صرف چچا، ماموں، پھوپھا، پھوپھی اور برادری کا نہیں ہے اس سے بڑھ کے اپنے گاؤں اور کام کرنے والے گھر کے

کمیوں کو بھی خوش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ موچی کو بھی خوش کرو، ترکھان کو بھی خوش کرو، چوکیدار کو بھی خوش کرو، ان سے آگے نکل کے اگر ہمارے ہاں کوئی صفائی کرنے والا گٹر اور نالیوں کو صاف کرنے والا عیسائی ہو تو اس کو بھی خوش کرتے ہیں کہ نکاح کا دن ہے اس کو ناراض نہ کرنا۔

سب سے پیاری ہستی سے بے اعتنائی:

اگر کسی کی خوشی کی فکر نہیں تو وہ رسول کی ذات مبارک ہے کہ ان کی خوشی کا بندے احساس نہیں۔ اللہ ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول کی خوشی کا احساس کرنے کی توفیق عطا فرمائے [آمین]

شرعی پردہ ضروری ہے:

پردے کے مسئلہ پر گھر والوں کی خواہش ہوتی ہے کہ پردہ نہ ہو اللہ کا حکم ہے کہ ہر گھر میں پردہ ہونا چاہیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات امہات المومنین کا طریقہ ہے کہ پردہ ہونا چاہیے۔ اب اس موقع پر خاندان کو بازار کو برادری کو اور قبیلے کو نہ دیکھیں اللہ کا نام لے کر پردہ کریں اور شرعی پردہ کریں پھر دیکھیں اللہ اس میں کتنی برکتیں عطا فرمائیں گے

شرعی پردہ کے معاشرتی فوائد:

اس میں عزت کی بھی حفاظت ہوتی ہے عصمت کی بھی حفاظت ہے۔ خاندان کی بھی حفاظت ہے فتنوں سے بھی حفاظت ہے۔ جھگڑوں سے بھی حفاظت ہے جتنے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں تو وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے حکموں کو توڑنے کی وجہ

سے پیدا ہوتے ہیں۔

خواہشات کی قربانی:

حضرت زینب بنت جحش نے بہت بڑی قربانی دی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک خواہش کی خاطر انہوں نے اپنے آپ کو حضرت زید بن حارثہ سے نکاح کے لیے پیش کر دیا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زید سے حضرت زینب کا نکاح فرمادیا تو خود ان کا مہر بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے ادا فرمایا۔ چونکہ حضرت زید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹا بنایا ہوا تھا تو حق مہر بھی خود ادا فرمایا اور حق مہر بھی انہوں نے حضرت زینب کی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔

صرف مہر .....فاطمی ہونا کافی ہے؟

ہمارے ہاں ایک معاملہ چلتا ہے جب بھی نکاح پڑھانے کا موقع آئے تو اگر اس وقت پوچھا جائے کہ حق مہر کتنا ہو؟ تو لوگ کہتے ہیں جی! حق مہر فاطمی رکھ لو۔ ہمیں اتنا تعجب ہوتا ہے کہ جہیز فاطمی لینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے، برات فاطمی کے لیے کوئی تیار نہیں ہے لیکن جب بچی کو دو روپے دینے کی بات ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ فاطمی رکھ لو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کوئی برات تو نہیں آئی تھی حضرت فاطمہ کو نبی پاک نے گھر بھجوادیا تھا اپنی باندی ام ایمن کے ساتھ۔ اور جو ان کی منگنی کا طریقہ ہے کتنا آسان ہے؟ کوئی بھی اس کے لیے تیار نہیں ہے لیکن حق مہر کے موقع پر فاطمی سب بندوں کو یاد آتا ہے

دو اہم باتیں:

حق مہر میں دو چیزوں کا خیال کیا کریں۔

1: حق مہر اتنا زیادہ نہ ہو کہ دینے والے لڑکے اور دولہے کو تکلیف ہو اور اس کی برداشت سے باہر ہو۔

2: اتنا تھوڑا حق مہر بھی نہ ہو کہ لڑکی کو اپنے خاندان میں بتاتے وقت شرم اور بے عزتی محسوس ہو کہ اسے کتنا تھوڑا حق مہر ملا ہے۔

مسنون حق مہر:

لڑکے اور لڑکی دونوں کی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے جو رقم طے کی جائے وہی مسنون اور موافق طریقہ ہے اور حق مہر دس درہم سے کم نہیں ہونا چاہیے باقی جتنا آدمی خوشی سے دے سکے تو دینا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ فرما کر جو حق مہر طے کیا تھا وہ دس دینار سرخ تھے جو آج کل کے اعتبار سے پونے چار تولہ سونا بنتا ہے اور ساٹھ درہم جو آج کی مقدار سے تقریبا پونے سولہ تولا چاندی بنتا ہے۔ اسی طرح ایک جانور بھی ان کو دیا ایک زنانہ جوڑا دیا تو اس طرح تقریبا 43 سیر آٹا وہ بھی ان کو دیا اور ساڑھے 8 سیر 30 ماشے ان کو کھجور بھی دی یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے حضرت زید کا اپنے طرف سے حق مہر بھی ادا کر دیا نکاح ہوا خوشی کے ساتھ زندگی بسر ہونے لگی۔

کفو اور برابری کا مسئلہ:

لیکن حضرت زینب کا نکاح تو ہو گیا ان آیات کا شان نزول کا ایک موقع یہ

ہے جو میں نے عرض کیا ہے کہ حضرت زینب نکاح میں نہیں آنا چاہتی تھیں حضرت زید کی غلامی کی وجہ سے، لیکن قرآن کریم کی یہ آیت جب نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی خواہش کو چھوڑ دیا اپنے خاندان حسب ونسب کا خیال نہیں کیا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ترجیح دی ہے اس سے ایک بات یہ بھی سمجھیں کہ نکاح کرتے وقت خاوند اور بیوی کے خاندان کا برابر ہونا یا قریب ہونا یہ بہتر اور مناسب ہے۔

اپنی پسند کی شادی مفاسد کا پیش خیمہ:

کسی بھی لڑکی کو اپنی مرضی سے نکاح نہ کرنا چاہیے۔ بالغ لڑکی اپنی مرضی سے نکاح کرلے تو اگرچہ نکاح ہو جاتا ہے لیکن اس کے مفاسد اور نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ اس جوانی کی عمر میں ان کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا بعد میں جب پریشانیاں آتی ہیں تو پھر کبھی والدین بھی ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ اس نے والدین کا دل جو دکھایا ہوتا ہے۔

والدین کی خواہش کا احترام کریں:

اسی طرح لڑکا، اس کو بھی خیال کرنا چاہیے، لڑکی کو بھی خیال کرنا چاہیے کہ جس والدہ نے پیٹ میں رکھا جس والدہ نے پیشاب پاخانہ صاف کیے ہیں جس ماں نے بچپن میں ان کی تربیت اچھی کی ہوتی ہے گرمی اور سردی سے بچایا ہے اور جن والدین نے ان پر بڑا پیسہ لگایا ہوتا ہے تو جب جوانی میں فیصلوں کا وقت آتا ہے تو والدین کی خواہش کو نظر انداز کرنا بہت بڑا ظلم ہے والدین کی خواہش کا بہت زیادہ احترام کرنا چاہیے اس لیے والدین سے بڑھ کر اپنی مرضی سے شادیاں کرنا یہ سراسر ظلم اور بہت بڑے نقصانات کا پیش خیمہ ہے۔ اس لیے ہر بات میں اپنی مرضی کی بجائے والدین کی

خواہش کو ترجیح دینی چاہیے۔

والدین بھی توجہ فرمائیں:

اور والدین بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ اپنی اولاد کا نکاح کرتے وقت ان کی مرضی کو نظر انداز نہ کریں۔

عقد نکاح میں اہم چیزیں:

خیر میں کہہ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عموماً نکاح میں چار چیزوں کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔

1: لڑکی کا پیسہ اور دولت۔

2: لڑکی کا حسن و جمال۔

3: لڑکی کا خاندان۔

4: لڑکی کا دین۔

یہ چار چیزیں سامنے رکھتے ہیں:

1: اس کے مال کو دیکھتے ہیں۔

2: اس کے حسن و جمال کو دیکھتے ہیں۔

3: اس کے حسب و نسب اور خاندان کو دیکھتے ہیں۔

4: اور اس کے دین کو دیکھتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ ان چاروں چیزوں کو دیکھا جاتا ہے لیکن تم دین کو ترجیح دینا اور دین کا خیال رکھنا۔ معلوم ہوا کہ خاندان میں برابری ہونی چاہیے لیکن اگر کوئی لڑکا خاندان کے اعتبار سے چھوٹا ہو اور دینی اعتبار

سے آپ کے خاندان سے بڑا ہو تو پھر اس کو لڑکی دینے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ یہ مسئلہ بھی ہمیں ذہن میں رکھنا چاہیے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان میں برابری کی ترغیب بھی دی ہے اور دینی تقاضا میں برابری کو چھوڑنے کا حکم بھی دیا ہے یہاں دینی مقاصد اور دینی فوائد کیا تھے؟

ساری حکمت تو اللہ کی ذات ہی بہتر جانتی ہے۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد حضرت زینب بنت جحش اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما نے اپنے فیصلے کو بدل دیا اور حضرت زینب کا نکاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے طے ہو گیا۔ یہ بات آیت 36 میں سمجھائی گئی ہے۔

مزاج میں موافقت نہ ہو تو؟

آگے آیت 37 میں دوسرا مسئلہ سمجھایا گیا ہے وہ یہ کہ حضرت زید کی حضرت زینب بنت جحش سے موافقت نہیں ہوتی تھی ایک تو حضرت زینب کے ذہن میں تھا کہ میں بڑے خاندان کی ہوں حضرت زید کا خاندان چھوٹا ہے میں قریشی اور آزاد بھی ہوں اس پر غلامی کا داغ بھی ہے۔

دوسرا یہ کہ حضرت زینب کے مزاج میں کچھ تیزی بھی تھی، مزاج ان کا سخت تھا تو ان دو باتوں کی وجہ سے حضرت زید کی اطاعت اور خدمت میں ان سے کچھ کمی ہوتی۔ حضرت زید بھی اس بات سے تنگ دل ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اے اللہ کے رسول میرا دل چاہتا ہے کہ میں حضرت زینب کو طلاق دے کر فارغ کر دوں ہمارا نباہ آپس میں نہیں ہو رہا۔

طلاق کے عمل کا اجرا کیسے ہو؟

شریعت کا مسئلہ تو بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ جب نکاح ہو جائے تو حتی الامکان اس کو نبھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر کوئی صورت بھی نبھانے کی باقی نہ رہے تو پھر دونوں خاندانوں کے کچھ لوگ بیٹھ کر فیصلہ کریں اور ان میں طلاق کے عمل کو جاری کروادیں۔

تین طلاق کا جرم کبھی نہ کریں:

طلاق دیتے وقت بھی تین طلاقیں اکٹھی دینے کا کبھی بھی جرم نہ کریں اس لیے تین طلاق کے بعد بیوی پاس رکھنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، بیوی نکاح سے بالکل نکل جاتی ہے۔ اس کے دوبارہ اس کے پاس رہنے کی صورت کوئی نہیں ہوتی۔

حلالہ کا عمل:

ہاں اگر عورت کسی اور سے نکاح کرلے اور وہ کسی اپنی وجہ سے طلاق دے دے وہ پھر دوبارہ پہلے شوہر کے پاس آجائے تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ اگر کسی دوسرے سے نکاح ہو وہ بلاوجہ کیوں طلاق دے گا اگر بلاوجہ طلاق دے بھی دیں تو اس پر بھی بہت بڑا جرم ہو گا۔

حلالہ کرنے اور کرانے پر لعنت:

اور اگر یہ کہہ کر طلاق دے کہ ہم تیرے نکاح میں دے دیتے ہیں تم اسے اپنے پاس رکھو بیوی کا تعلق جوڑو پھر اس کو طلاق دے دو اگر اس طرح نکاح کروا کے پہلے خاوند کے لیے حلال کروائیں گے تو اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت

آئی ہے: لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ۔

[ابوداود باب فی التحلیل،ابن ماجہ باب فی المحلل]

اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایسا کام کیا اس پر بھی خدا کی لعنت اور جس پہلے شوہر کے لیے کیا گیا اس پر بھی اللہ کی لعنت برستی ہے۔ اس لیے کبھی بھی طلاق کی نوبت آجائے خدانہ کرے تو اکٹھی تین طلاقیں کبھی بھی نہ دیں اور اکٹھی دو طلاقیں بھی کبھی نہ دیں خاوند کو یہ بات سمجھنی چاہیے اور عورتوں کو بھی گھر میں مسائل کا تذکرہ کرنا چاہیے۔

بوقت ضرورت طلاق رجعی:

اگر ضرورت پڑ جائے تو" طلاقِ رجعی " دے دیں۔ رجعی کا مطلب ہے وہ طلاق جس میں خاوند اپنی بیوی سے بغیر نکاح کے عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے یہ ہوتی ہے طلاق رجعی۔

عدت کیا ہے؟

اگر عورت حاملہ ہو جب بھی اس سے بچے کی پیدائش ہوتی ہے اس کی عدت پوری ہو جاتی ہے چاہے اس کو 6ماہ لگیں یا6 گھنٹے ،بالکل اسی طرح اگر امید کے ساتھ نہیں ہے تو تین ماہواریاں اس کی عدت بنتی ہے۔اس کا اس کو خیال رکھنا چاہیے۔

فسادِ معاشرہ کا اندیشہ:

خیر میں جو بات سمجھا رہا تھا وہ یہ تھا کہ حضرت زید بن حارثہ کی ان سے موافقت نہیں ہو رہی تھی نہ مزاج آپس میں ملتا تھا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ میں ان کو طلاق دے دوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا کی طرف سے اس بات کی

اطلاع مل گئی کہ حضرت زید نکاح کے بعد ان کو چھوڑ دیں گے طلاق ہو جائے گی تو بعد میں؛ مَیں اس سے نکاح کرلوں گا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو سمجھایا کہ اللہ سے ڈرو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اپنی بیوی کو جدا نہیں کرنا چاہیے لیکن اپنے دل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ اگر زید ان کو طلاق دے دیں تو میں ان سے نکاح کرلوں گا حضرت زید کو ترغیب بھی دیتے رہے کیونکہ معاشرے کے اندر بگاڑ بھی پیدا ہو گا کہ دیکھو اتنے شوق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ حضرت زید نے طلاق دے دی ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر نکاح فرمائیں گے تو معاشرے کے اندر یہ بات چل پڑے گی کہ دیکھو جی! اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے حالانکہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا۔ منہ بولے بیٹے کی بیوی اپنے سسر پر حرام ہوتی ہے۔ سسر اپنی بہو سے نکاح نہیں کر سکتا یعنی منہ بولے بیٹے کے باپ سے اس کی بہو پردہ کرتی ہے اور اس سے پردہ کرنا چاہیے اور اگر ان میں سے کسی کی وفات ہو تو اس کا وارث نہ باپ بن سکتا ہے اور نہ بیٹی، اس لیے کہ یہ منہ بولا بیٹا ہے اور منہ بولے بیٹے کی حیثیت بالکل الگ تھلگ ہے۔

فسادِ معاشرہ کی روک تھام:

میں یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں تھا کہ مکہ مکرمہ میں یہ فضا پھیل جائے گی کہ دیکھو جی اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا اللہ رب العزت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ۔

اے میرے پیغمبر! حضرت زید جن پر خدا نے انعام کیا ہے ان پر ایمان کی دولت عطا فرمائی ان کو صحابیت کا شرف بخشا ہے: وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ، اور ان پر آپ نے احسان فرمایا ہے کہ ان کو غلامی سے آزادی دی ہے اور ان کو اپنے پاس رکھا ہے: أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ، آپ ایسے زید سے فرمارہے ہیں کہ اپنی بیوی کو روک رکھے اور اللہ سے ڈرے: وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ۔

اور آپ کے دل میں تھا کہ بعد میں اس سے نکاح کرلوں گا اس بات کو آپ نے اس سے چھپایا ہے لوگوں کے خوف سے، وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ. اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنا زیادہ مناسب ہے، لوگوں سے کیا ڈرنا؟

حضرت زینب کا نکاح آسمانی:

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اگر زید یہ فیصلہ کرلیں تو آپ اس میں گھبرائیں مت، دل چھوٹا نہ کریں اب ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا ہے یعنی تکویناً نکاح طے ہو گیا آسمان پر نکاح کا فیصلہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح بعد میں فرمائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوف کی وجہ سے اس کو نہ چھوڑیں بلکہ مسئلہ کھلنے دیں۔ شریعت کے مسئلہ پر عمل کرنے میں نبی کبھی بھی اپنی قوم سے جھجکتا ہے نہ شرماتا ہے نہ ہی قوم سے خوف محسوس کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں صرف اتنی سی بات تھی کہ حضرت زینب کی دلجوئی کے لیے میں نکاح کرلوں، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دنیاوی معاملہ سمجھ رہے تھے کہ زینب کی دلجوئی مقصود ہے ادھر دلجوئی ہوگی ادھر لوگ باتیں کریں گے تو لوگوں کے ایمان کا مسئلہ ہے۔ ایمان جانے کا خطرہ ہے، منافقین طعنے کسیں گے اس سے مسلمانوں

کو تکلیف ہو گئی بہت ساری چیزیں ذہن میں تھیں جس کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں فرمارہے تھے لیکن جب اللہ نے بات بتا دی ہے کہ اے میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے نکاح کیا کرنا ہے ہم نے فیصلہ آسمان سے کر دیا ہے آپ کا نکاح انہیں سے ہو گا اب آپ کے سامنے شرعی مسئلہ آگیا کہ اب اللہ کا فیصلہ ہے یہ نکاح ہو گا۔

شرعی مسئلے پر عمل؟

کہ متبنّیٰ یعنی منہ بولا بیٹا، اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اور جب یہ مسئلہ ہوا تو اس مسئلے کو بیان کرنے کے لیے نکاح کرنا ہے تو کبھی بھی حضور نے خوف نہیں فرمایا کبھی بھی جھجک محسوس نہیں فرمائی بلکہ فوراً اس تقاضے پر عمل کیا یعنی جس مسئلے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دنیاوی معاملہ سمجھے اس سے قوم سے خوف محسوس کریں تو ہو سکتا ہے، لیکن جس کو دینی معاملہ سمجھے اس پر کبھی بھی نبی اپنی امت اور قوم سے خوف محسوس نہیں کرتا۔

خیر! قرآن کریم نے فرمادیا، فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا

کہ جب حضرت زید نے ان کو فارغ کر دیا حضرت زید کا معاملہ ختم ہو گیا اللہ فرماتا ہے ہم نے ان کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا اور یہ کیوں تھا؟ تاکہ آگے ایمان والوں پر منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں آئندہ کوئی حرج یا تکلیف نہ ہو، اگر وہ اس کو طلاق دینا چاہے منہ بولا بیٹا جس نے بنایا ہے اگر وہ اس کی طلاق شدہ بیوی سے نکاح کرنا چاہے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا: وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا، اور یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اللہ کا حکم ہوتا ہی اس لیے ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، تو رسول اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش سے ہوا۔

حضرت زینب کی جداگانہ فضیلت:

حضرت زینب ازواج مطہرات اور امہات المومنین میں اس بات پر فخر فرمایا کرتی تھیں کہ دیکھو! تمہارا نکاح تو فلاں نے پڑھا ہے اور میرا نکاح خود اللہ کی ذات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا ہے

برہ سے زینب.....نام کی تبدیلی:

بلکہ بعض روایات میں تو یہاں تک آتا ہے کہ جب یہ آیت اتر گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے مکان میں داخل ہو گئے وہاں جا کر پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا میرا نام "برہ" ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے برہ نام بدل کے "زینب" رکھ دیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں چلے گئے۔ تو عام بندہ سوچتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں ڈائریکٹ کیسے چلے گئے؟ جب اللہ نے ان کا نکاح فرمادیا نکاح ہو گیا ہے۔

اب ان کی بیوی ہیں گھر میں بغیر اجازت کے جانے میں کوئی حرج نہیں تھا شریعت کے مسئلہ پر نبی عمل کرنے میں کبھی بھی نہیں جھجکتا جب اللہ نے فرمادیا ہم نے نکاح کر دیا ہے تو معاشرے کی نبی کوئی پرواہ نہیں کرتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان میں چلے گئے ان کو بتادیا کہ آسمان سے تمہارے ساتھ میرا نکاح ہو گیا ہے حضرت زینب نے اس کو قبول فرمالیا۔

منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح:

تو دوسرا مسئلہ اس میں یہ ہے کہ اگر منہ بولا بیٹا طلاق دے دے تو اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اس سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کے ساتھ اس کی طلاق کے بعد نکاح کرنا جائز ہے تو جب تک اس کی بیوی ہو اس سے پردہ کرنا بھی ضروری ہے۔کیوں؟جس سے نکاح ہو سکتا ہے اس سے پردہ ضروری ہے اور جس سے پردہ نہ ہو اس سے نکاح کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔

نبی بے قصور ہوتا ہے:

آگے آیت 38 میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اس معاملے میں نبی پر کوئی مضائقہ، کوئی حرج کی بات نہیں ہے کیونکہ جو فیصلہ اللہ فرمادے نبی وہ فیصلہ قبول کیا کرتا ہے اور اس میں جو فیصلہ فرمادے وہ فیصلہ قبول فرمایا کرتا ہے۔پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کوئی الزام بھی نہیں جو فیصلہ خدا کا ہے وہ ہی فیصلہ نبی کا ہے: وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا

اور اللہ کا حکم جو مقرر ہو چکا ہے اس حکم کے سامنے کسی بندے کی کوئی بات نہیں کرنی چاہیے فرمایا۔ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ، کہ یہ پہلے انبیاء پر بھی لازم تھا کہ جو فیصلہ فرمائے نبی اس پر عمل کرتے ہیں، یعنی منہ بولے بیٹے کی بیوی کے ساتھ نکاح کرنا اللہ کا فیصلہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا ہے نبی پر کوئی الزام نہیں ہے۔

ایک معاشرتی غلط فہمی:

کوئی بندہ یہ الزام نہ دے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلے بیویاں موجود تھیں تو پھر اس سے نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی اتنی بیویاں رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا کوئی نبی کو طعنہ نہ دے یہ اللہ کا آج بھی فیصلہ ہے اور پہلے انبیاء کے ساتھ بھی جو فیصلے گزر چکے ہیں اس پر بھی نبی نے کبھی جھجک سے کام نہیں لیا بلکہ بعض مفسرین نے خود "مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفی عثمانی رحمہ اللہ" نے معارف القرآن میں لکھا ہے:

حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھو دونوں نبی ہیں اور کثرت کے ساتھ بیویاں ان کی موجود ہیں۔ اور کبھی بھی اس مسئلے پہ انبیاء نے اس کو محسوس نہیں فرمایا کہ لوگ اس کو کیا کہیں گے؟ لوگ اس کو برا کہیں گے کیوں؟ اس لیے کہ جب پیغمبر کا فیصلہ اللہ کے حکم کے ساتھ ہو تو پھر پیغمبر کے اس معاملے میں کوئی جھجکنے کی ضرورت نہیں، نبی اس معاملہ میں ذرا بھی محسوس نہیں فرماتا کہ لوگ کیا کہیں گے؟

کثرت ازواج اور ہماری شریعت:

حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام ان دونوں کا میں نے تذکرہ کیا ہے مفتی شفیع رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے نکاح میں 100 اور سلیمان کے نکاح میں 300 بیویاں تھیں۔ اب یہ نبی ہیں ان کی شریعت میں جائز تھا ہماری شریعت میں امتی کے لیے چار سے زائد جائز نہیں ہیں اور جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز تھیں اللہ کریم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں رکھ دیں

ہیں۔ فرمانا صرف یہ تھا کہ اس معاملہ میں نبی پر کوئی الزام اور حرج نہیں۔ اللہ کے فیصلے، اللہ کے قانون پر بات کرنا یہ بہت بڑا کفر ہے اور بہت بڑا جرم ہے کہ اللہ کے حکم کے اندر چہ میگوئیاں کرے یا کیڑے نکالے۔ اور خدا پر اعتراضات کرے اللہ ہمیں یہ بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ ہی کافی ہے:

آگے آیت 39 میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے یہ فرمایا: الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ، اے میرے پیغمبر! جو آپ سے پہلے انبیاء گزرے ہیں جو ان کے ذمے تھا اس پر عمل کرتے، اللہ کے پیغامات پہنچاتے اور اللہ ہی سے ڈرتے تھے، اللہ کے سواء کبھی کسی سے نہیں ڈرے، ان کا طرز عمل یہ تھا آپ کا طرز عمل بھی یہی ہونا چاہیے :وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا. اور میرے پیغمبر! تم کو اللہ کافی ہے اور جس شخص کو اللہ کافی ہو جائے دنیا کی کوئی ذات بھی اس کو رتی برابر بھی نقصان نہیں دے سکتی۔

خلاصہ آیات مذکورہ:

ان دو آیتوں میں بنیادی طور پر دو مسئلے ہیں جو ہمیں ذہن میں رکھنے چاہیں۔

مسئلہ 1: اللہ اور اللہ کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی بندے کی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی اور خصوصا خاندان اور برادری کی تو کوئی رتی برابر پروانہ کریں اور جو فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کا آجائے اس پر عمل کریں اور برادری کو چھوڑ دیں اس لیے کل جب موت آنی ہے قبر میں اتار کر برادری واپس آجانی ہے۔ فرشتے نے یہ نہیں پوچھنا کہ من ابوك؟ تیرا باپ کون ہے؟ من امك؟ تیری ماں کون ہے؟ ما قومك؟ تیری قوم کیا

ہے؟قبیلہ کون سا ہے؟نہیں!بلکہ فرشتہ پوچھے گامن ربك؟بتا تیرا رب کون ہے؟من نبیك؟بتا تیرا نبی کون ہے؟مادینك؟بتا تیرا دین کیا ہے؟تو قبر میں کیا جواب دیں؟ ربی اللہ تب کہیں گے ناں جب اللہ کی بات مانیں گے،نبیی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تب کہیں گے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانیں گے۔دینی الاسلام تب ہی کہیں گے جب اپنے دین پر عمل کیا ہو گا اگر دین کو قوم کے لیے چھوڑا ہو گا تو پھر دینی الاسلام کیسے کہیں گے؟ایک مسئلہ یہ ذہن میں رکھنا چاہیے ہمیں ہر بات میں اللہ اور اس کے رسول کی بات کو آگے رکھنا چاہیے باقی ساری باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔

مسئلہ2: یہ سمجھیں کہ جو بات شریعت فرمادے اس پر بندے کو ملامت اور خوف کی پروا نہیں کرنی چاہیے بغیر خوف اور بغیر ملامت کے شریعت کے مسائل پر عمل کریں اللہ رب العزت مجھے بھی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو بھی توفیق عطا فرمائے۔شریعت سمجھ آتی ہے شریعت کے سمجھنے والوں سے جس کے لیے بہترین طریقہ دینی مدارس میں پڑھنا ہے اور اولاد کو بھجوانا ہے۔

میری گزارش یہ ہے کہ اپنی بچیاں مدرسے میں بڑے اہتمام اور پابندی کے ساتھ بھجواؤ تاکہ قرآن کریم پڑھ جائیں، حدیث مبارک پڑھ جائیں، اسلامی تعلیم کو پڑھ جائیں،اور شریعت پر عمل کرنے کا طریقہ ان کو آجائے،ہم یہ سب کچھ دنیا میں چھوڑ جائیں گے لیکن اولاد کو دنیا میں دین سمجھا کر جائیں گے تو اس کا بہت بڑا فائدہ ہو گا اللہ اس اولاد کو ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرکز اصلاح النسا کی حفاظت فرمائے اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اوپر کی منزل

خولہ ڈیروی

احمد کے ہاتھ میں ایک شاپنگ بیگ تھا اور اس سے آنے والی خوشبو نے احمد کے گھر داخل ہونے کی خبر دی تھی۔ شاپنگ بیگ میں بریانی، بروسٹ اور مختلف قسم کے کھانے تھے۔ احمد اس کو پوری طرح چھپائے ہوئے گھر کی اوپر والی منزل کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ محمود کے بیٹے نے اپنے چچا احمد کو اوپر جاتا ہوا دیکھ لیا تھا۔ وہ فوراً اپنی امی کے پاس دوڑا ہوا آیا، اس نے دبی ہوئے آواز میں کہا: "امی۔۔۔"

"ہوں!!! کیا بات ہے بیٹا؟!" "وہ چچا جان اوپر گئے ہیں، امی انہوں نے شاپنگ بیگ میں کوئی چیز چھپائی ہوئی تھی" "ایسی بات نہیں کرتے بیٹا! تم نے رات کا کھانا کھایا ہے ناں!" "جی امی جان!" "بس تو پھر..... تمہارے چچا اب کام سے فارغ ہو کر آئے ہیں، آج انہوں نے بازار سے کھانا لانے کا پروگرام بنایا ہو گا..... اچھے بچوں کی طرح سو جاؤ....." "لیکن امی! وہ بر....." اس کی ماں نے اپنا ہاتھ اس کی ہونٹوں پر رکھ دیا اور اس کو تھپکی دینے لگی۔ وہ اسے تو سلانے کی کوشش تو کر رہی تھی لیکن اس کی اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کے دیے جگمگا رہے تھے۔ دونوں سگے بھائیوں کو باپ کی طرف سے ایک گھر ملا تھا۔ اس کی اوپر والی منزل چھوٹے بھائی احمد نے لی تھی اور نچلی منزل بڑے بھائی محمود کے حصے میں آئی تھی۔ چھوٹا بھائی خوب پڑھ لکھ گیا تھا۔ اس لیے اسے ایک سرکاری محکمے میں نوکری مل گئی تھی۔ جبکہ محمود زیادہ لکھ پڑھ نہ سکا۔ وہ ایک دکان پر ملازم تھا۔ اس کی گزر بسر بہت مشکل سے ہو رہی تھی۔ احمد شام کو گھر واپس آتا تو گھر

والوں کے لیے طرح طرح کے کھانے بھی ساتھ لے آتا۔ ادھر محمود کے گھرانے کی اوقات بس دال روٹی سے ہو رہی تھی..... لیکن یہ دونوں باتیں محمود کے بچوں کو کون سمجھاتا۔ وہ تو آخر بچے تھے۔ بریانی اور بروسٹ جیسی چیزوں کی خوشبو تو ان تک پہنچتی تھی۔ آدھی رات گزر چکی تھی، محمود کا گھرانہ گہری نیند سو چکا تھا۔ جب اچانک ہائے ہائے کی آوازایں گونجیں جو احمد کے گھر سے آرہی تھیں تو وہ بڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ محمود سیڑھیوں کی طرف دوڑا، محمود کی بیوی بچے بھی سیڑھیوں کی طرف دوڑے۔ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ احمد بری طرح کراہ رہا ہے۔ ''کیا ہوا احمد؟'' محمود نے بے قرار ہو کر پوچھا۔ ''پیٹ میں بہت شدید درد ہو رہا ہے '' احمد نے جواب دیا۔ ''میں باہر سے کوئی دوائی لے کر آتا ہوں!!'' محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ ''رات کے بارہ بج چکے ہیں اب دکان کہاں کھلی ہو گی؟'' محمود کی بیوی بولی۔ ''چلو میں رکشہ لے کر آتا ہوں۔'''' ہاں میں یہی کرتا ہوں'' آخر محمود رکشہ لے آیا، اس میں احمد کو سوار کیا اور ہسپتال لے گیا۔ ایمر جنسی وارڈ میں اس کا علاج ہوا اور پیٹ کا درد ختم ہوا۔ جب وہ واپس گھر پہنچے تو صبح کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ دوسرے دن احمد پھر چرغے وغیرہ کا شاپر اٹھائے اندر داخل ہوا، اس نے آج بھی شاپنگ بیگ چھپایا ہوا تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ محمود کے حالات کیسے ہیں؟؟ پھر بھی اس نے انہیں کبھی نہ پوچھا تھا لیکن آج پہلی سیڑھی پر قدم رکھنے کے بعد جب وہ دسری سیڑھی پر قدم رکھنے لگا تو نہ جانے کیا ہوا؟ اس کا اٹھا قدم رک گیا۔ اس نے ایک نظر اوپر ڈالی..... ایک نظر نیچے ڈالی..... پھر اٹھا ہوا قدم واپس پلٹا اور نچلی منزل کی طرف مڑ گیا۔ اس کے قدم محمود کے کمروں کی طرف اٹھ رہے تھے۔

ہنوز نام تو گفتن

عائشہ ارشد

بالکل سچا واقعہ ہے کہ ایک بچہ سکول میں پڑھتا تھا اس کو اسلامیات کے ٹیچر نے نظم سکھائی:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

وہ بچہ جب بھی پڑھتا تو وہ پڑھتا

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے
مرادیں غریبوں کی بر لانے والے

استاد نے کئی مرتبہ کہا کہ شاعر نے "والا" لکھا ہے مگر وہ اسی طرح پڑھتا استاد نے کہا اچھا اب وہ اپنی غلطی کو ٹھیک کر لے گا لیکن بچے نے جب Annual Funcation کے اوپر وہ نعت سنائی تو بچے نے ولاے پڑھا ڈپٹی کمشنر آیا ہوا تھا اس نے صدارتی خطبے میں کہا کہ آج کل استاد بچوں کا خیال نہیں کرتے دیکھو اسلامیات کے ٹیچر نے بچے کو نعت یا نظم پڑھائی ہے بچہ "والا" نہیں "والے" کہہ رہا ہے استاد کو پتہ نہیں کہ شاعر نے کیا لکھا ہے؟ اور بچہ کیا پڑھ رہا ہے؟

چنانچہ استاد کی بے عزتی ہوئی حالانکہ اس نے تو نشاندہی کر دی تھی اس نے کہا اس بچے نے میری بات نہیں مانی اور مجھے سب کے سامنے رسوا کر دیا چنانچہ سال مکمل ہوا اگلے سال کی کلاسوں میں بچے چلے گئے عجیب اللہ کی شان دیکھئے کہ اس بچے کی

کلاس کے ابتدائی دن تھے ان کا ایک دن Mathaematic کا ٹیچر نہیں آیا تھا ایک پریڈ Recess سے پہلے تھا۔ Half Time سے پہلے تھا ایک پریڈ Half Time کے بعد تھا چنانچہ ہیڈ ماسٹر نے دیکھا Stof Room میں اسلامک اسٹڈیز کے ٹیچر فارغ ہیں ان کا پریڈ خالی تھا انہوں نے اس کو کہا آپ فلاں کلاس میں چلے جائیں آج ان کے ٹیچر نہیں آئے آج تو ابھی ایڈمیشن کا پہلا دن ہے اس کے پاس کتابیں بھی نہیں ہیں آپ ان سے پیار و محبت کی کی باتیں کرتے رہیں بچوں کا وقت گزر جائے گا یہ شور نہیں کریں گے چنانچہ اسلامیات کا ٹیچر آ گیا اور وہ کہنے لگا کہ بھئی میں آپ کو کچھ باتیں سناؤں گا پھر آپ سے چھوٹے چھوٹے Question پوچھوں گا آپ جواب دے دینا ہمارا وقت اچھا گزر جائے گا لڑکے آمادہ ہو گئے استاد نے کافی باتیں سنائیں جب تھک گئے تو انہوں نے چھوٹے چھوٹے سوالات شروع کر دیئے کسی سے کچھ پوچھا کسی سے کچھ۔

جب اس لڑکے کی باری آئی تو استاد نے یہ پوچھا کہ بتاؤ کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کیا ہے؟ یہ لڑکا اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس کا نام احمد تھا اس نے کوئی جواب نہ دیا استاد نے پوچھا بتاؤ نام کیا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پھر چپ رہا استاد نے دل میں سوچا اس نے پہلے بھی میری Public Gnsult کروائی تھی اب پھر پوری کلاس کے اندر میں پوچھ رہا ہوں تو جواب نہیں دیتا مجھے لگتا ہے یہ لڑکا بڑی ضدی قسم کا ہے چنانچہ استاد نے ڈنڈا ہاتھ میں لیا قریب آ گیا کہنے لگا

تمہیں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے؟ لڑکے نے سر ہلایا اور کہا: جی ہاں

پوچھا پھر بتاتے کیوں نہیں؟ لڑکا چپ ہو گیا۔

استاد نے کہا میں تمہاری پٹائی کروں گا تم نام کیوں نہیں بتاتے ؟

لڑکا خاموش ہے۔ ساری کلاس کے لڑکے حیران ہیں کہ یہ تو اتنا نیک اور دینی علم رکھنے والا ہے یہ کیوں نہیں بتا رہا استاد کو غصہ آیا بار بار پوچھنے پر بھی نہ بتایا استاد نے اس کے دو چار ڈنڈے لگائے تھپڑ مارتے بچے کو کبھی مار نہیں پڑی تھی۔

پہلی مرتبہ کلاس میں پٹائی ہوئی تو بچہ رونے لگا آنسو آنے لگے ابھی مار پڑ ہی رہی تھی تو اتنے میں Half Time کی گھنٹی بج گئی چنانچہ استاد کہنے لگا اچھا میں اگلے پریڈ میں آرہا ہوں اور میں دیکھتا ہوں تم کیسے نام نہیں بتاتے ؟ میں تمہاری ضد کو توڑ کر دکھاؤں گا۔

استاد تو غصہ میں یہ کہہ کر چلے گئے لیکن کچھ بچے ایسے تھے جو اس کے دوست تھے وہ اس کے قریب بیٹھ گئے اور وہ غمزدہ نظر آرہے تھے اس بچے کو تو کبھی مار نہیں پڑی تھی یہ کلاس میں فرسٹ آنے والا تھا آج مار پڑی بچہ بلک بلک کر رو رہا تھا تھپڑ لگے تھے ڈنڈے لگے تھے آنسو پونچھ رہا تھا مگر کسی سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا کچھ دیر بعد احمد اٹھا اور باہر گیا۔ Wash Basin کے اندر جا کر وضو کیا اور آکر کلاس میں بیٹھ گیا Half Time کے بعد فریش اپ ہو کر اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ ساری کلاس بیٹھ گئی۔

جب دوبارہ پریڈ لگا استاد دوبارہ آئے اپنا ڈنڈا لہراتے ہوئے کہا احمد کھڑے ہو جاؤ۔ انہوں نے پوچھا بتاؤ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کیا ہے ؟

اس نے کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

استاد خوش ہو گئے انہوں نے کہا تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟

لڑکا پھر خاموش ہو گیا پھر کہنے لگے بتاؤ تم پہلے کیوں نہیں بتا رہے تھے لڑکا پھر خاموش

ہو گیا استاد سمجھ گیا کہ اس کے اندر کوئی راز ہے استاد قریب آ کر اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور سینے سے لگا کر بوسہ لے کے بولے تم میرے شاگرد ہو بیٹے کی مانند ہو میں نے تمہیں کہا تھا، وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے "والا" تم وہاں بھی "والے" پڑھا تھا اور اب بھی تم نے نام نہیں بتایا، بتاؤ آخر وجہ کیا ہے؟

جب بچے کو پیار ملا استاد نے بوسہ لیا بچے نے پھر بلک بلک کر رونا شروع کر دیا استاد نے تسلی دی بیٹے رو نہیں بتاؤ وجہ کیا ہے؟ جب بچے کی طبیعت ٹھیک ہوئی وہ کہنے لگا اصل میں میرے والد دنیا سے فوت ہو گئے ہیں ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی وہ مجھے نصیحت کیا کرتے تھے کہ بیٹا کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بے ادبی سے نہیں لینا اس لیے والا کی بجائے میں نے والے پڑھا۔

استاد نے پوچھا کہ نام کیوں نہیں بتایا؟ کہنے لگا میرے ابو مجھے کہا کرتے تھے بیٹا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کبھی بھی بے وضو نہیں لینا میرا اس وقت وضو نہیں تھا آپ کی مار کھالی آپ میری ہڈی توڑ دیتے میں مار تو کھا لیتا لیکن اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بے وضو نہ لیتا اب میں Half Time کے اندر وضو کر کے آیا ہوں آپ نے پوچھا میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بتا دیا۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

ترجمہ: ہزار بار اپنے منہ کو مشک اور گلاب سے دھولوں لیکن پھر بھی تیرا نام لینا بے ادبی لگتا ہے۔

یہ تھا محبت نبوی میں سرشار ایک ہونہار بچہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دوسروں کو نیک نصیحت کرنے اور جو نیک نصیحت کرے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

دو ٹکے کے لوگ

اہلیہ مفتی شبیر احمد

''نہیں بہن! ہم زیادہ نہیں مانگتے، بس ڈبل بیڈ، صوفہ سیٹ، پندرہ کڑھائی کیے سوٹ، فریج، گاڑی اور دس تولے سونا دو گی تو ہم ثریا کا رشتہ لینے کو تیار ہیں، کیسے احمد کے ابا!'' بیگم جہاں آراء نے آمنہ کو دوٹوک سنائی اور اپنی حمایت کے لیے سیٹھ اسکندر خان کو مخاطب کیا۔

''لیکن بہن! آپ کو تو معلوم ہے.....ثریا کے ابا کب کے اس دنیا سے رخصت ہو چکے..... '' آمنہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا، لیکن اس نے ضبط سے کام لیتے ہوئے بات جاری رکھی:

''ایک بیٹا ہے، وہ بھی محنت مزدوری کرتا ہے تو شام کو دال روٹی مشکل سے پوری ہوتی ہے''

''تو ٹھیک ہے بہن! ہمارے احمد کے لیے دلہنوں کی کمی نہیں ہے ''۔ یہ کہتے ہی بیگم جہاں آراء نے پرس اٹھایا اور ڈرائیور کو آنکھوں سے چلنے کا اشارہ کیا۔ سیٹھ اسکندر خان بھی سہمے سہمے ساتھ ہو لیے۔

''کیا سمجھتے ہیں یہ دو ٹکے کے لوگ؟ کیا اوقات ہے ان کی ہمارے سامنے؟ بڑا گھر دیکھ کر لوگ اوقات ہی بھول جاتے ہیں'' واپسی پر بیگم جہاں آراء یہ جملے کہتی جاتیں اور سیٹھ صاحب خاموشی سے بس سنتے چلے جاتے۔ خاندانی ٹھاٹ باٹ اور دولت کی ریل پیل نے انہیں تند خو بنا دیا تھا، اپنی ذات کے علاوہ کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ سیٹھ اسکندر صاحب بھی ان کے سامنے سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ کر سکتے تھے۔

⌘⌘⌘

احسن غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتا تھا۔ یوں اس کی زندگی گزر رہی تھی کہ آمنہ جیسی خوبصورت اور خوب سیرت عورت اس کی زندگی میں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی گود ہری کی، پھولوں کی طرح مسکراتے دو بچے ناصر اور کوثر عطاء کیے جنہوں نے ان کا آنگن خوشیوں سے بھر دیا۔

زندگی ہنسی خوشی گزر رہی تھی کہ وہ خوفناک رات آئی جب احسن مزدوری کر کے واپس آرہا تھا کہ چلتے چوک میں ایک کار والے نے اسے ٹکر مار دی۔ فوراً ہسپتال پہنچایا گیا لیکن شاید بہت دیر ہو چکی تھی! احسن کی لہو میں نہائی نعش آمنہ کے گھر میں کیا پہنچی اس کی تو بہاروں پر خزاؤں کے پردے پڑ گئے، اس کا کھلا تا چمن اجڑ گیا۔

آمنہ اب احسن کی ''زوجہ'' کی بجائے اس کی ''بیوہ'' کہلانے لگی اور یوں وہ زندگی کی اس دوڑ میں اکیلی رہ گئی۔ بیچاری لوگوں کے گھروں میں کام کرتی، کڑوی کسیلی سنتی لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پایا۔

یہ سب کچھ وہ ان دو معصوم بچوں کے لیے کر رہی تھی جو شفقتِ پدری سے محروم یتیمی کی چادر اوڑھے اس کے سامنے کھیل کود رہے ہوتے۔ وہ ان کے مستقبل کو روشن دیکھنا چاہتی تھی تاکہ زمانے کے تھپیڑوں کا مقابلہ کر سکیں۔ وقت تیزی سے گزرنے لگا۔ لوگوں نے بھی اس سے آنکھیں پھیر لیں اور کسی نے بھی اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لیے قبول نہ کیا۔

⌘⌘⌘

18 سال کا عرصہ گزر چکا تھا آج اس کی اولاد بڑی ہو چکی ہے۔ کوثر میٹرک کے بعد گھر بیٹھ گئی ہے، ناصر محنت مزدوری بھی کرتا ہے اور بی۔ اے کے امتحانات سے فارغ بھی ہو چکا ہے۔ دن کو مزدوری اور رات کو پڑھائی..... وہ جن حالات سے گزر رہا تھا ان میں تو اچھے بھلوں کے قدم اکھڑ جاتے ہیں۔

لیکن ایک ناصر تھا کہ بس کوشش.....اور.....جہد مسلسل.....اور دکھوں کی ماری آمنہ.....اپنی بیٹی کے ہاتھ پیلے دیکھنے کے انتظار میں جی رہی ہے۔ بیٹے کی مختصر آمدن سے گھر کا چولہا جلائے یا بلند و بالا عمارتوں اور زندگی کے عیش میں جینے والے لوگوں کو منہ مانگا جہیز دے۔۔ بس اسی سوچ نے اس کے سر میں چاندی بکھیر دی تھی۔

⌘⌘⌘

"اری بہن! اللہ تمہیں بہت خوش رکھے" بیگم جہاں آراء نے سامان وصول کرتے ہوئے نوکرانی کا شکریہ ادا کیا۔

"بڑی بی کہہ رہی تھیں کہ اگر مزید ضرورت ہو تو بلا جھجک منگا لیا کرو" نوکرانی نے انتہائی ہمدردانہ لہجے میں یہ پیغام دیا اور چلی گئی۔

"اللہ کی مخلوق میں اتنے اچھے لوگ بھی ہیں جو دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھتے ہیں" بیگم جہاں آراء نے بڑی بی کو دعائیں دیں اور آہ بھرتے ہوئے اپنے ماضی میں کھو گئیں۔

⌘⌘⌘

سیٹھ اسکندر خان کی وفات کے ساتھ ہی بیگم جہاں آراء کا سارا ٹھاٹ باٹ ختم ہو کر رہ گیا۔ ان کی جائیداد کا بہت بڑا حصہ تو قرضوں کی نظر ہو گیا اور رہی سہی کسر

احمد جیسے لاڈلے بیٹے نے پوری کر دی۔ وہ ان حالات میں ٹوٹ چکی تھیں۔ جس فخر و ناز کے بل بوتے پر وہ گفتگو کرتی تھیں وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور اب تو ان کے نام کے ساتھ "بیگم" کا لفظ کچھ غیر مانوس سا لگنے لگا۔

ایک دن جب نوکرانی راشن کا سامان دینے آئی تو بیگم جہاں آراء نے معمول کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بڑی بی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تاکہ بالمشافہ مل کر ان کا شکریہ ادا کرے جو عرصہ دراز سے ان کے گھر بلاناغہ راشن اور سامان ضرورت بھیج رہی تھیں۔ نوکرانی نے اول تو ذرا تامل کیا لیکن بعد میں اس شرط پر راضی ہوئی کہ بڑی بی سے پوچھ کر بتائے گی۔

اگلے روز بیگم جہاں آراء بڑی حویلی کے زنان خانے میں بیٹھی بڑی بی کا انتظار کر رہی تھیں۔ بہت بڑا گھر، سامان زندگی سے لیس، آرائش و زیبائش سے چمکتا اور مزین! وہ یہ سب دیکھ کر حیرانی کے سمندر میں ڈوب رہی تھیں۔ اچانک دروازے پر لگے دیباج کا پردہ اٹھا اور ایک باوجاہت خاتون نمودار ہوئیں۔ بے ساختہ بیگم جہاں آراء کی زبان سے نکلا:

"آمنہ بہن آپ!!"

ساتھ ہی یہ جملے ان کے ذہن میں گونجنے لگے:

"کیا سمجھتے ہیں یہ دو ٹکے کے لوگ؟

کیا اوقات ہے ان کی ہمارے سامنے؟

بڑا گھر دیکھ کر لوگ اوقات ہی بھول جاتے ہیں"

قسط نمبر12

نماز اہل السنت والجماعت

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن

کسی بھی رکن میں امام سے سبقت نہ کرنا :

عَنْ اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوۃَ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ اِمَامُکُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِیْ بِالرُّکُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِیَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ۔

(صحیح مسلم ج1ص180 باب تحریم سبق الامام برکوع اوسجود ونحوھما)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب نماز مکمل کی تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں۔ تم لوگ رکوع، سجدہ، قیام اور نماز ختم کرنے میں مجھ سے سبقت نہ کیا کرو۔

نماز کا اختتام سلام پر ہے :

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوۃَ بِالتَّکْبِیْرِ...وَکَانَ یَخْتِمُ الصَّلٰوۃَ بِالتَّسْلِیْمِ۔

(صحیح مسلم ج1ص195 باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ وما یفتتح بہ ویختم بہ، سنن ابی داؤد ج1ص121 باب من لم یجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے شروع فرماتے اور سلام پر ختم کرتے تھے۔

الفاظ سلام :

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ كَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ یَّسَارِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

(جامع الترمذی ج1ص65 باب ماجاء فی التسلیم فی الصلوٰۃ، شرح معانی الآثار ج1ص190 باب السلام فی الصلوٰۃ کیف ھو؟)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے (اور یہ فرماتے تھے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

کیفیت سلام:

1: عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُكَبِّرُ فِیْ كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَقِیَامٍ وَقُعُوْدٍ وَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّهٖ وَرَاَیْتُ اَبَابَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَایَفْعَلَانِ ذٰلِكَ۔

(سنن النسائی ج1ص194 باب کیف السلام علی الیمین)

ترجمہ:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ہر اونچ، نیچ، قیام، قعدہ، وغیرہ میں تکبیر کہتے تھے اور دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے (اور فرماتے تھے) السلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔ السلام

علیکم و رحمۃ اللہ۔ یہاں تک کہ آپ کے گالوں کی سفیدی نظر آتی تھی اور میں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا کہ وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

2: عَنْ عَامِرِبْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کُنْتُ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَعَنْ یَّسَارِہٖ حَتّٰی اَرٰی بَیَاضَ خَدِّہٖ۔

(صحیح مسلم ج1 ص216 باب السلام التحلیل من الصلوٰۃ عند فراغھا و کیفیتہ)

ترجمہ:

حضرت عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں اور بائیں سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے گالوں کی سفیدی دیکھتا تھا۔

مقتدیوں کا امام کے سلام کے ساتھ سلام پھیرنا:

1: عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ صَلَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْنَا حِیْنَ سَلَّمَ۔

(صحیح البخاری ج1 ص116 باب یسلم حین یسلم الامام)

ترجمہ: حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا ہم نے سلام پھیرا۔

2: کَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا یَسْتَحِبُّ اِذَا سَلَّمَ الْاِمَامُ اَنْ یُّسَلِّمَ مَنْ خَلْفَہٗ۔ (ایضاً)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کو پسند کرتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے تو مقتدی بھی سلام پھیر دیں۔

جہری نمازوں میں جہراً اور سری نمازوں میں سراً قراءت کرنا :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ صَلٰوةٍ یُقْرَأُ فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْمَعْنَاکُمْ وَمَا اَخْفٰی عَنَّا اَخْفَیْنَا عَنْکُمْ۔

(صحیح البخاری ج1ص106باب القراءۃ فی الفجر،صحیح مسلم ج1ص170باب وجوب قراءۃ الفاتحہ فی کل رکعۃ)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہر نماز میں قرات کی جاتی ہے پس جس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرات سنائی (یعنی بلند آواز سے پڑھی) ہم بھی تمہیں سناتے ہیں اور جس نماز میں ہم سے اخفاء کیا (یعنی آہستہ پڑھی) تو ہم بھی تم سے اخفاء کرتے ہیں۔

دوران نماز آنکھیں بند نہ کرنا :

عَنِ ابْنِ عَبَّاس رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلَا یُغْمِضْ عَیْنَیْهِ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج5ص247رقم الحدیث 10794،المعجم الاوسط للطبرانی ج1ص603رقم الحدیث 2218)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے۔

جاری ہے

علم کی دنیا کا اچھوتا نام

کشمیر بکڈپو

پروپرائیٹر: ملک داؤد اینڈ سنز

ہمارے ہاں

قرآن کریم، سپارے، قاعدے، تراجم، تفاسیر، احادیث، فقہ اور دیگر موضوعات پر مبنی علمی، اصلاحی، تحقیقی اور دنیا بھر کے نامور محققین، علماء کرام، سکالرز کی شہرہ آفاق تصانیف، سستے نرخ پر دستیاب ہیں

نوٹ: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ کی تمام مطبوعات دستیاب ہیں

منگوانے کا پتہ: کشمیر بکڈپو تلہ گنگ روڑ چکوال

فون 0543551148